دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

جولائی - اگست - ستمبر 2022

ISSN 2320-8600

ادارہ ’’المجیب‘‘ عالم اسلام کو تہنیت وتبریک پیش کرتا ہے۔

یوم ولادت نبوی ﷺ کے پُرمسرت موقع پر

سہ ماہی مجلہ

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

یک نگہ یا رحمۃ للعالمیں
از پئے حسنین وزین العابدیں
عاصیم از بارِ عصیاں عاجزم
یا شفیع المذنبیں حالم ببیں
یک نگہ بر آیتؔ عاصی بکن
پُر گناہم یا شفیع المذنبیں
-(آیتؔ پھلواروی)

صلی اللہ علی النبی الامی وآلہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ وسلاما علیک یا رسول اللہ

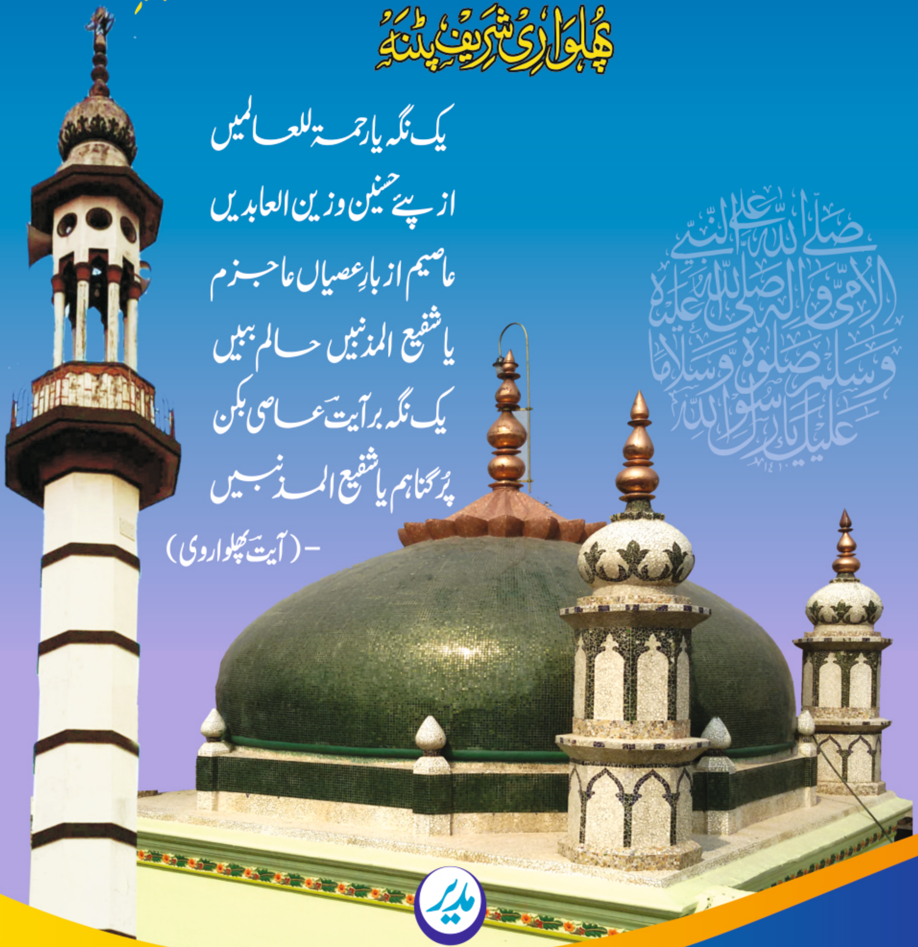

مدیر

ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

درگاہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ
پیر محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی رضی اللہ عنہ

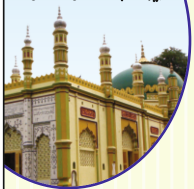

روضہ موئے مبارک
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

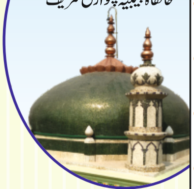

یوم ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پرمسرت موقع پر ہماری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے

زیارت و عرس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عالم چہ شود ہم سرو ہمتائے محمد ۞ نور است ہمہ نور سراپائے محمد

حضرات! عظمت و محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ایمان کی بنیاد ہے۔ خانقاہ مجیبیہ میں عشق و عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراج وہاج کئی صدیوں سے روشن ہے، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرس مبارک خانقاہ مجیبیہ کا سب سے مہتم بالشان اور بڑا عرس ہے۔ وہ ۱۲؍ربیع الاول کو پورے اہتمام و احترام کے ساتھ کئی صدیوں سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ تقریبات عرس شریف نبوی کا ایک اہم حصہ موئے مبارک زلف نبوی کی زیارت ہے اور یہ غیر معمولی احترام و عظمت اور جذبۂ عشق و محبت کے ساتھ کرائی جاتی ہے۔ اس عظیم الشان مجمع میں زیارت موئے مبارک کا منظر دلوں کو عقیدت و محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبوں سے معمور کر دیتا ہے۔

اس ایمان افروز اور روح پرور تقریب عرس سے اگر آپ فیضیاب ہو کر اپنے قلب کو عشق مصطفیٰ سے روشن کرنا چاہتے ہیں تو پروگرام عرس شریف یاد رکھیں۔ یوم ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک و مسعود موقع یہ روح پرور تقریب مسلمانوں کے لئے حصول فیض و برکت کا سبب ہے۔

عرس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص معمولات

★ ۱۱؍ربیع الاول بوقت سحور 3:45 (پونے چار بجے) قل و فاتحہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر با جماعت پورے اجتماعی نظم و ضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع 11 بجے دن تک۔

★ ۱۱؍ربیع الاول بعد نماز مغرب آستانہ سیدنا تاج العارفین رضی اللہ عنہ میں صاحب سجادہ کی حسب معمول قدیم حاضری و چادر پوشی بر مزار مبارک سیدنا مذکور، دعائے خاص کا اہتمام، بعد نماز عشا عرس نبوی و مراسم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آغاز، محفلِ نعت و مدح و میلاد خوانی بعدہٗ پورے اجتماعی و مہتم بالشان انداز میں بارگاہ رسول ذو المنن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صلوٰۃ و سلام۔

★ ۱۲؍ربیع الاول بوقت سحور 3:45 (پونے چار بجے) قل و فاتحہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم، اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر اپنے آداب و شرائط اور جماعت کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع 12 بجے دن تک، بعدہٗ آخری قل و فاتحہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

★ ۱۲؍ربیع الاول شریف (۹؍اکتوبر) کو نماز ظہر 2:30 بجے، بعدہٗ موئے مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔

★ آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک — (اختتامی مجلس)

★ ۱۲؍ربیع الاول شریف (۹؍اکتوبر) کی صبح 7 بجے سے 10 بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لیے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

عرس و زیارت کی تمام تقریبات صاحب سجادۂ خانقاہ مدظلہ العالی کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔

یہ معمولات و مراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے جاری ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھو العون المجیب ولی النعم

اہل حق کا ترجمان اور امن و سلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی و ادبی مجلہ

ماہ : ذی الحجۃ — صفر المظفر ۱۴۴۳/۴۴ھ

ماہ : جولائی — ستمبر ۲۰۲۲ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ۶۲ ✦ شمارہ نمبر ۳

زر تعاون

فی شمارہ	:	50/- روپے
سالانہ	:	200/- روپے
سادہ ڈاک	:	250/- روپے
رجسٹری ڈاک	:	400/- روپے
پاکستان و بنگلہ دیش	:	500/- روپے
دیگر ممالک	:	25/-$ امریکی ڈالر

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

محمد فصیح الدین عاصم قادری زینبی

سرکولیشن منیجر : محمد مقصود عالم مجیبی

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

رابطہ : +91-9006306098

ایڈیٹر

"المجیب" دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, Cell No. : +91-7250433562, 9006306098

دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

فہرست مضامین

• **لمعات**	ظفر حسنین	۳

مضامین و مقالات

• عید میلاد النبی ﷺ کتاب وسنت اور علمائے سلف......	جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۶
• سد ذرائع — ایک اہم اصول	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	۱۳
• صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ	پروفیسر محسن عثمانی ندوی	۲۲
• قرآن واحادیث کی روشنی صوفیوں کے سر کا تاج	جناب ڈاکٹر سید شاہ شمیم احمد گوہر مصباحی	۲۶
• خواتین کی ملازمت اور اس سے خاندان پر پڑنے......	مولانا نور الحق رحمانی	۳۹
• دیوانگانِ حلقۂ موئے محمد یم ﷺ	امیمہ بنت ھلال احمد	۴۸
• شرف الدین بوعلی قلندر اور کلام قلندری	محمد شہباز	۵۳
• ایک اہم اور قابل قدر تصنیف	ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن	۵۷
• **احکام اسلامی**	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	۶۲

نقد وتبصرہ

• مولانا سید محمد نجم الہدیٰ — حیات وخدمات	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	۶۵

ادبیات

• قند پارسی	حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقب قادریؒ	۶۸
• پھر اضطراب نگاہ لے جا پھر آرزوئے قیام لے جا	جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۶۹
• تضمین برغزل حضرت فرد پھلواروی قدس سرہٗ	ڈاکٹر شاہ التفات امجدی	۷۰
• نعت شریف: حضرت محی الملۃ والدینؒ — منظوم ترجمہ	مولانا محمد عاصم قادری	۷۲
• نعت شریف	شکیل سہسرامی	۷۴
• نعت شریف	حاتم رضا	۷۵
• قطعۂ تاریخ وفات وتعزیت	سراج اجملی	۷۶
• **کوائف وحالات**	ادارہ	۷۷

لمعات

• ظفر حسنین

دو جہاں کے خالق اللہ تعالی نے یہ ساری دنیا، خشکی وتری، زمین وآسمان، عظیم سمندر، بلند و بالا پہاڑ اور کرۂ ارض پر پھیلی ہوئی ہزاروں لاکھوں مخلوق تخلیق کی، تاکہ اللہ تعالی کی پسندیدہ مخلوق جس کو انسان کا نام دیا گیا ہے اس سے فائدہ حاصل کرے، اس کا استعمال کرے اور اس کے بدلہ میں اللہ تعالی کی اطاعت کرے، اس کی عبادت کرے اور اس کا شکر ادا کرے۔ خالق مطلق نے بنی نوع انسان سے یہ سوال کیا ہے کہ ہم نے تم پر جو احسانات کئے ہیں کیا تم نے ان کا شکر ادا کیا ہے؟ میری اطاعت وفرمانبرداری کی ہے؟ انسانوں میں سے کچھ نے اس کی اطاعت کی اور اس کا شکر ادا کیا تو ان پر اللہ تعالی کی مزید نعمتیں نازل ہوئیں اور جن انسانوں نے نافرمانی کی اور اس کے حکم کے خلاف چلتے رہے دنیا میں اللہ تعالی نے ان پر بھی کرم کیا۔ آخرت میں ان کا حساب وکتاب ہوگا۔

مسلمان یا اہل ایمان ان تمام مخلوقات میں اللہ تعالی کے نزدیک سب سے اعلی اور سب سے محبوب ہیں۔ ان میں عبادت گزار اور فرمانبردار بھی ہیں۔ کچھ ناسمجھ بھی ہیں جو منکر تو نہیں ہیں مگر ان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ باری تعالیٰ انہیں آزمائشوں سے گزار کر سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کرتا ہے۔

پوری دنیا میں مسلمان ان ہی آزمائشوں میں مبتلا ہیں۔ اس وقت ہندوستان کے حالات ان کے لئے زیادہ پریشان کن ہورہے ہیں۔ ایک فسطائی حکومت ان کے لئے ہر طریقہ سے ذہنی وفکری مسائل کھڑے کررہی ہے۔ معمولی باتوں کو لے کر ان کی گرفتاریاں عام معمول بن گئی ہیں۔ قسم قسم کے مسائل پیدا کئے جارہے ہیں۔ تمام دلائل مسلمانوں کے حق میں ہونے کے باوجود عدالتوں کے فیصلے زیادہ تر ان کے خلاف آرہے ہیں۔ مساجد ومدارس جن کی حفاظت اور ان کی آزادی کا ذکر دستور میں موجود ہے ان پر مختلف انداز سے حملے کئے جارہے ہیں۔ کوئی وزیر اعلی پریس میں بیان دیتا ہے کہ میں نے تین سو مدرسے بند کرادیئے ہیں۔ کچھ مدرسوں پر بلڈوزر چلانے کی خبر بھی اخبار میں آتی ہے۔ مدارس کو دہشت گردی کا اڈا بتایا جاتا ہے۔

اتر پردیش میں صوبائی حکومت کی طرف سے غیر سرکاری آزاد مدرسوں کی جانچ اور سروے کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا ہے۔سرکاری اہل کار مختلف مدرسے میں پہنچتے ہیں اور گودی میڈیا کے کچھ افراد ان کے ساتھ ہوتے ہیں،اہل کار ذمہ داروں سے سوالات کرتے ہیں اور میڈیا والے بچوں سے انٹرویو لے کر میڈیا پر نشر کرتے ہیں کہ فلاں مدرسے میں ایسا ہو رہا ہے۔ فلاں مدرسے میں یہ خامیاں ہیں۔ یہ مدارس کو بدنام کرنے کی مکمل سازش ہے۔ دیکھا جائے تو سرکاری اسکولوں کی حالت اس سے زیادہ خراب ہے مگر اس کی طرف توجہ کرنے کے بجائے مدارس کو بدنام کرنے پر پورا زور صرف کیا جا رہا ہے۔

دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں، ان کے ذریعہ دین کی حفاظت ہوتی ہے اور اہل اسلام کو دین پر قائم رہنے اور اسلامی شناخت کو باقی رکھنے کا حوصلہ ملتا ہے۔ یہاں سے دین کی تعلیمات مسلم عوام تک پہنچتی ہیں۔جن ممالک سے مسلمانوں کا خاتمہ ہوا وہاں منصوبہ بند طریقہ سے پہلے مدرسوں کو بند کر دیا گیا تھا جس سے مسلمان دین اسلام سے ناواقف ہوتے گئے اور ان کو آسانی سے مرتد بنا لیا گیا۔اس لئے فسطائی طاقتوں کا پہلا نشانہ مدارس ہی ہیں۔ یہ دشمنوں کی نظر میں سب سے زیادہ کھٹکتے ہیں اور اس کے خلاف سب سے زیادہ پروپیگنڈا ہوتا ہے۔اس وقت ساری مسلم دشمن طاقتیں مدارس کے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ان میں پڑھنے اور پڑھانے والوں کو ہراساں کیا جا رہا ہے کہ وہ پریشان ہو کر خود ہی مدرسوں کا رخ کرنا چھوڑ دیں اور مدرسے بند ہو جائیں۔

مسلم تنظیموں کی طرف سے اس پر ردعمل ظاہر کیا گیا ہے، میٹنگیں ہوئی ہیں۔مدارس کے ذمہ داروں سے کہا گیا ہے کہ وہ سروے سے نہیں گھبرائیں، ان کے سوالات کا صحیح جواب دیں اور صاف طور سے دکھائیں کہ ہمارے یہاں کوئی چیز قانون کے خلاف نہیں ہے۔ ہمارے سارے کام دستور کے مطابق ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانی دستور ہمیں دینی مدرسے قائم کرنے اور ان کو چلانے کی پوری آزادی دیتا ہے۔ یہ مدارس مسلمانوں کی اپنی امداد سے چلتے ہیں۔ یہاں سے ہر سال لاکھوں نوجوانوں کی تعداد بہت کم خرچ میں زیور تعلیم سے آراستہ ہوتی ہے جس سے ملک میں خواندگی کی مقدار بڑھتی ہے۔اتنی بڑی تعداد اگر پرائیویٹ اسکولوں میں تعلیم پائے تو اس کا خرچ ہزاروں گنا زیادہ ہوگا۔

مسلم تنظیموں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے کہ ابھی صرف مدارس کا سروے کیا جا رہا ہے اور سوالات کے جواب لئے جا رہے ہیں۔حکومت جانتی ہے کہ بڑے مدارس پر پابندی لگانا ابھی آسان نہیں ہے، اس لئے ابھی انہیں کچھ نہیں کہیں گے مگر بعد میں دیہاتوں میں جو چھوٹے چھوٹے مدرسے ہیں جن سے مسلم بچے قرآن اور بنیادی دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں ان پر مختلف قسم کی پابندیاں لگائی جا سکتی ہیں، ان کو بند کرانے کی کوششیں کی جا سکتی ہیں، ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آخر صرف مدارس پر ہی حکومت کی نظر کیوں ہے؟ پرائیویٹ اسکول، پاٹھ شالے، آر ایس ایس کے پورے ملک میں پھیلے ہوئے لاکھوں اسکولوں کا سروے کیوں نہیں کرایا جا رہا ہے؟

مسلمانوں کو ان شدید حالات میں بھی پر امید رہنا چاہئے، دین پر قائم اور دین کی تعلیمات پر عمل پیرا رہنا چاہئے۔ اپنے دینی شعائر مساجد و مدارس کی حفاظت کے لئے جدو جہد کرتے رہنا چاہیے۔مسلمان جب تک اسلام پر قائم رہیں گے اور اپنی کوشش ومحنت کے ساتھ اللہ تعالی پر توکل و بھروسہ کرتے رہیں گے ان کو اللہ تعالی کی طرف سے مدد ملتی رہے گی۔

”اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ۝۷ “—(سورۂ محمد)

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ ❁ غالب و کار آفریں، کارکشا، کارساز

****

ربیع الاول کا مبارک مہینہ ہم پر جلوہ فگن ہے جس میں سید عالم، فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے دنیا منور ہوئی، ان کی آمد سے ظلم وکفر کی تاریکی دور ہوئی، ان کے لائے ہوئے دین کی روشن تعلیمات نے پوری دنیا کو اپنے حلقہ میں لے لیا اور انسانوں کا بڑا طبقہ اصنام واوثان کی عبادتوں سے نکل کر ایک اللہ کی عبادت کرنے لگا، اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے لگا۔ یہ مہینہ مسلمانوں کے لئے خوشی ومسرت کا پیغام لاتا ہے اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔اللہ کے رسول سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ہر مومن کے دل میں جاگزیں کرتا ہے۔ان سے اپنی محبت وعشق کا جذبہ ایسا ہونا چاہیئے کہ ان کے دامن پاک کی عظمت واحترام کے لئے اور ان کے دین کی حفاظت کے لئے اگر جان بھی دینا ہو تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔اسلام نے یہی سبق سکھایا ہے، یہ سبق ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہنا چاہئے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

پندرہویں قسط

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کتاب وسنت اور علمائے سلف کے اقوال وآثار کی روشنی میں

● محمد اٰیت اللہ قادری

سرزمین بہار کا ایک مردم خیز قصبۂ دسنہ سابق میں اہل علم وفضل کا ایک اہم گہوارہ تھا، متعدد نامور شخصیتوں نے اپنے وجود سے اس قصبہ کو زینت بخشی، خانقاہ مجیبیہ کے بزرگوں سے اس قصبہ کے اکثر اہل علم حضرات کے قدیم تعلقات رہے، خصوصاً حضرت مصباح الطالبین صاحب سجادۂ مجیبیہ مولانا سید شاہ محمد علی حبیب نصر پھلواروی قدس سرہٗ کے عہد میں دسنہ کے اکثر علما وفضلا کی خانقاہ مجیبیہ آمد ہوا کرتی تھی، جس کا تذکرہ تاریخی اوراق میں محفوظ ہے، خاص طور پر علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کے گھرانے سے قائم تعلقات نے دیگر اہل علم حضرات کو خانقاہ مجیبیہ سے روشناس کرایا، علامہ سید سلیمان ندوی جنہوں نے متوسطات کی تعلیم خانقاہ مجیبیہ میں حاصل کی، آپ کے والد گرامی مولانا سید ابوالحسن دسنوی جنہوں نے چندسال خانقاہ مجیبیہ میں مقیم ہو کر حضرت نصر پھلوارویؒ سے سلوک طریقت کی تعلیم حاصل کی، اس تعلق نے وہاں کے دیگر اہل علم حضرات کو بھی متوجہ خانقاہ کیا، ان میں ایک باقدر شخصیت حضرت مولانا حافظ تجمل حسین دسنوی بہاریؒ کی بھی تھی، وہ اصلاً حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادیؒ کے مرید ومسترشد اور ان کے تربیت یافتہ تھے، حضرت نصرؒ سے بڑی والہانہ عقیدت رکھتے تھے، حضرت نصر کے علم وفضل کے ساتھ ان کے کمال ایمان وعرفان کے بھی معترف تھے، انہوں نے خود حضرت نصر کو قریب سے دیکھا بھی تھا اور اپنے پیر سے انہیں اس کی تصدیق بھی حاصل تھی، چنانچہ حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادیؒ کے مجموعۂ ملفوظات ’’کمالات رحمانی‘‘ میں حضرت نصرؒ کی بلندی ایمان اور ان کی خلوت نشینی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا تجمل حسین صاحبؒ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ کریں:

’’ذکر خلوت گزینی کا پھلواری میں‘‘

’’راقم الحروف (مولوی شاہ تجمل حسین دسنوی) نے قانون خلوت گزینی کا جو پھلواری میں دیکھا، دنیا میں کسی خانقاہ

میں نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی نے آپ کی (یعنی حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی قدس سرہٗ کی) مجلس میں حضرت شاہ علی حبیب صاحب قدس سرہ کا ذکر کیا اور ان کے اوصاف و دیگر کمالات بیان کرتے رہے۔ پھر حضور (حضرت مولانا گنج مرادآبادی) نے فرمایا ''میاں وہ بڑے صاحب ایمان تھے''۔ عرض کیا کہ حضرت ایمان دار تو سبھی ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ''وہ ایمان جس کا ذکر حدیثوں میں ہے''۔

یہ عجیب معاملہ اہل اللہ کا تھا کہ جسمانی ملاقات ان دونوں صاحبوں میں نہ تھی مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڑی ملاقات اور واقفیت تھی۔ وہاں کے بزرگوں پر خلوت گزینی ختم تھی کہ کسی دروازۂ اہل دنیا پر ان کی نظر نہیں پڑی اور خاص خاص وقت بیٹھتے ہیں کہ اس وقت خلق سے ملتے تھے۔ باقی تمام دن رات عبادت، اور کیا خوب توکل رہتا ہے''۔۔۔(ص:۹۶)

مولانا تجمل حسین دسنوی سادات گھرانے کے فرزند تھے، آپ کے والد میر صابر حسین صاحب کا سلسلۂ نسب حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے، ان کے مورث اعلیٰ میر صدرالدین مشہدی ''مشہد'' سے آکر بہار کے قصبۂ دسنہ میں بعہد فرخ سیر مقیم ہوئے، یہیں مولانا تجمل حسین صاحب کی ۱۲۶۲ھ میں پیدائش ہوئی، بنیادی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کی، اس کے بعد متعدد علما و مشائخ سے اکتساب علم کیا، اور ۱۲۹۵ھ میں حضرت محدث احمد علی سہارنپوری کی درسگاہ میں حدیث شریف کی تعلیم حاصل کر کے سند فراغ حاصل کی۔

مولانا تجمل حسین طبعاً بڑے نیک اور صاحب تقویٰ تھے، بزرگوں کی صحبتیں انہیں بے حد مرغوب تھیں، حصول تعلیم کے بعد انہوں نے مولانا فضل رحمن صاحبؒ کے طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت کی اور عرصۂ دراز تک ان کی صحبت میں رہ کر کسب فیض کیا اور سلوک و معرفت کے منازل طے کئے، ان کے علاوہ دیگر مشہور زمانہ مشائخ سے بھی مختلف سلاسل کی تعلیمات حاصل کیں، درس و تدریس سے ہمیشہ وابستہ رہے اور اسی میں متوکلانہ زندگی بسر کی، متعدد علمی درسگاہوں میں رہ کر تدریسی خدمات سرانجام دیں، دینی تحریکوں سے بھی ان کی وابستگی رہی، مولانا کے درسی رفقا میں ایک اہم شخصیت مولانا شبلی نعمانیؒ کی ہے، وہ ان کے ہم درس تھے، مزاجاً مولانائے موصوف بڑے ظریف تھے، وعظ و نصیحت کی مجلسوں میں اپنی ظرافت بیانی سے عوام الناس کو اصل مقصد کی طرف بڑی دلچسپی کے ساتھ متوجہ کرلیا کرتے تھے، فارسی زبان و ادب پر ان کی عمیق نگاہ تھی، فارسی کے اکثر اشعار انہیں کثرت سے ذہن نشیں تھے، اسی بنیاد پر وہ بقول علامہ سید سلیمان ندوی ''اکثر کہا کرتے تھے کہ میں حضرت (شیخ فضل رحمن گنج مرادآبادی) کا قوال ہوں''۔ ان کی کتاب میلاد میں بھی دل اثر اشعار کی کثرت نظر آتی ہے۔

مولانا تجمل حسین صاحب کی علمی نگارشات کا مجھے عجلت میں تفصیلی علم نہیں ہوسکا، البتہ ان کی دو کتابیں نظر سے گزری ہیں، ایک مولانا فضل رحمن صاحبؒ کے ملفوظات کا مجموعہ جس کے حوالہ سے قبلاً گفتگو کرچکا ہوں جس کو انہوں نے بھوپال کے دوران قیام تالیف کیا، دوسری کتاب ان کا میلاد نامہ ہے، جس کا سن تالیف لامعلوم ہے، البتہ وہ مولانائے موصوف کی ایک اہم کتاب ہے،

جسے انہوں نے اپنی نجات اخروی کاذریعہ قرار دیتے ہوئے یوں آرزو کی ہے:

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ ❁ من نیز حاضر می شوم مولو دسلطان در بغل

—(میلادنامہ،ص:۳)

ذیل میں حسب موضوع کتاب مذکور کا تعارف پیش ہے:

ذکر میلاد المقلّب بہ مولد ابی القاسم :

امام الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے سلسلے میں حضرت مولانا حافظ تجمل حسین صاحب دسنوی بہاریؒ کی یہ گراں قدر تصنیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم کی مناسبت سے ''مولد ابی القاسم'' کے نام سے موسوم ہے۔ میلادنامے میں کسی کی تقدیم وتقریظ نہیں ہے۔کتاب میں کہیں سن اشاعت بھی مذکور نہیں ہے۔ یہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے جس کی تصریح سرورق پر درج ہے نیز سرورق پر قمر طلعت امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ محمد قمر الدین قادری پھلواروی کے دست خاص سے تصریح مولف کے ساتھ تحریر ملکیت ثبت ہے جس میں تاریخ ماہ محرم ۱۳۷۰ھ لکھی گئی ہے،جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ میلادنامہ ساٹھ سال سے زائد قدیم ہے۔

سرورق پر لکھا ہوا ہے:

''وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۝۵۵،ذکر میلاد الملقب بہ مولد ابی القاسم،از تالیفات جناب مولانا مولوی حافظ تجمل حسین صاحب دسنوی البہاری، یہ میلادنامہ پہلے چھپ کر ہدیۂ ناظرین ہو چکا ہے،اب دوبارہ بعد نظر ثانی کے مختصر کر دیا گیا ہے......منشی سراج الدین احمد پرنٹر پبلشر کے اہتمام سے مطبع رحمانیہ مونگیر میں چھپا۔''

یہ میلادنامہ چھوٹے سائز کے ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کے عنوانات یہ ہیں:

''باب بیان میں زمانہ حمل کے،بیان آپ کی ولادت کا،اشعار سلام،اشعار اردو،دیگر اشعار اردو و فارسی و عربی آمیز،واقعات بعد ولادت حضور ﷺ،اشعار اردو،نسب نامہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم،باب بیان میں حلیمہ دائی کے، قصہ شق صدر کا،باب بیان میں کفالت عبد المطلب کے،بیان سفر بصرہ اور معجزات کا،بیان معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔''

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ برصغیر ہند و پاک میں کم پڑھے لکھے مسلمانوں کو میلادناموں کی بدولت ہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک، ولادت مقدسہ،خصائص وخصائل،اوصاف وشمائل،کمالات ومعجزات،ہجرت،معراج وغیرہ کے سلسلے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ان میلاد ناموں نے ہی عوام کی مجلسی ضرورتوں کو پورا کیا اور نیم خواندہ عوام کے روحانی جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے ان کے دینی وروحانی رشتہ کو استوار کیا،اس لئے میلادناموں کو تمام حلقوں میں مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی۔لیکن جب کسی عبادت کو محض پیشہ بنالیا جائے تو پھر اس کی حقیقت و

روحانیت اور برکات وثمرات ختم ہونے لگتے ہیں ۔جب میلا دخوانی کو لوگوں نے بطور پیشہ اپنالیا تو اس کے فوائد و فیوض سے مسلمان محروم ہونے لگے،میلا دخوانوں کی کثرت ہوگئی ،میلا د ناموں میں ضعیف وغیر مستند روایات وواقعات بکثرت بیان کئے جانے لگے ،میلا د ناموں میں روایات وواقعات کے سلسلے میں ان کی صحت وحقیقت کا خیال نہیں رکھا گیا،روایات کی صحت وسند کی پرکھ کرنے کی بجائے عامۃ الناس کی مجلسوں میں جھوٹی وغیر معتبر روایتوں کو پر زور بیان کرنے میں قوتیں صرف ہونی لگیں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحیح وغیر صحیح روایتوں میں تمیز مشکل ہوگئی۔

اس وقت علماءحق اور ذی الاستعداد اہل علم،صوفیا ومشائخ کی ایک بڑی جماعت نے والہانہ ذوق وشوق اور محنت و لگن سے میلا د ناموں کی تالیف وتصنیف کیں ۔انہوں نے وضعی وضعیف روایتوں سے اجتناب کیا،واقعات کے سلسلہ میں تحقیق و تدقیق سے کام لیا،معتبر ومستند کتابوں سے مواد اخذ کئے،میلاد کے مضامین بیان کئے ۔راقم السطور نے اس مضمون میں جتنے میلا د ناموں کا تعارف وتجزیہ پیش کیا ہے ان کے مولفین اور مصنفین بھی انہیں محققین کے زمرہ میں داخل وشامل ہیں ۔علماء و مشائخ کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں مستند روایات پر مشتمل میلا د نامے وجود میں آنے لگے اوران کو محفلوں ومجلسوں میں پڑھ کر صحیح معلومات وتفصیلات عامۃ الناس تک پہنچائی گئیں ۔اس سلسلے میں مولدابی القاسم کے مصنفؒ نے بھی وضعی روایتوں سے مکمل اجتناب کیا اور مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا میلا د نامہ تحریر کیا جس میں مستند کتابوں سے احوال میلا د اخذ کئے گئے ہیں،اس میں کسی ضعیف روایت کا سہارا نہیں لیا گیا ہے ۔انہوں نے اس میں علمی دیانت داری کا مظاہرہ کیا ہے ۔کتاب کے آخر میں حیات علی ہدایتؒ مونگیری کا مولانا سید محمد علی صاحب کی شان میں ایک قصیدہ موجود ہے جس کا عنوان ہے:’’قصیدہ درمدح حضرت اقدس جناب مولانا سید محمد علی صاحب قبلہ عم فیوضھم‘‘ ۔اس کتاب کی دوخوبیاں قابل ذکر ہیں،جوکہ اس میلا د نامہ کی جان اور اس کی تالیف کا سبب ہیں،اول یہ کہ اس میں مستند کتابوں سے روایات اخذ کئے گئے ہیں،دوسری خوبی یہ ہے کہ اکثر واقعات کے بعد موقع ومحل کی مناسبت سے عشق ومحبت سے لبریز اشعار درج کردئے گئے ہیں جن سے عاشقان رسول کی جذب وکیفیت دوبالا ہوجاتی ہے ۔مولف نے یہ اشعار معروف ومشہور علماء ومشائخ کے کلام سے اخذ کئے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

’’چونکہ اس زمانہ میں اکثر مولو دشریف کی کتابیں جونظر سے گذریں توان کی روایتین غلط معلوم ہوئیں اس لئے ایک کتاب مولو دشریف کی جن کی روایتین بخاری شریف ،مسلم شریف ،مشکوۃ شریف ،مدارج النبوۃ سے لی گئی ہیں اور اشعار حضرات مشاہیر بزرگان کے اوراق سے لکھے گئے ہیں،تالیف کی اورنام اس کتاب کا مولدابی القاسم رکھا‘‘ــــ(ص:۲)

حمد وصلوۃ کے بعد میلاد نامے کی ابتدا ذکرنورمحمدی ﷺ سے کی ہے ۔حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ کی کتاب مستطاب مدارج النبوۃ کے حوالے سے مرقوم ہے:

’’صاحب مدارج النبوۃ روایت کرتے ہیں: حدیث صحیح مین وارد ہے کہ اول ما خلق اللہ نوری یعنی اول

اس چیز کا جس کو پیدا کیا اللہ نے وہ نور میرا ہے اب جتنی مخلوقات علوی اور سفلی ہیں اوسی نور اور اسی جوہر پاک سے پیدا ہوئے ہیں“ــــ (ص:۳)

اس کے بعد انہوں نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی ﷺ کی تخلیق فرمائی پھر اس سے انوار انبیاء علیہم السلام کا ظہور ہوا، جب اس نور نے ان انوار کی طرف نظر کی تو تمام انوار چھپ گئے، تمام انبیاء علیہم السلام نے عرض کیا: اے اللہ! یہ کون ہے جس نے ہم سب کے انوار کو ڈھانک لیا، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا یہ نور محمد بن عبداللہ کا ہے اگر تم لوگ ان پر ایمان لاؤ گے تو میں تم لوگوں کو انبیاء میں سے کر دوں گا، سب نے کہا ہم ایمان لائے ان پر اور ان کی نبوت پر، راوی کہتا ہے کہ اسی کی طرف قرآن پاک میں اشارہ ہے: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ــــ (آل عمران:۸۱)

نور محمدی ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا تو اس نے بحکم الٰہی عرش پر، بہشت کے دروازوں، قبوں اور خیموں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء تک لکھا۔

ان نلت یا ریح الصبا یوما الی ارض الحرم ❁ بلغ سلامی روضۃ فیھا النبی المحترم

اکبادنا مجروحۃ من سیف ھجر المصطفی ❁ طوبی لاھل بلدۃ فیھا النبی المحترم

اس باب میں مولف نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو انہوں نے سیدنا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ پناہ مانگی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے طفیل سے حضرت آدم علیہ السلام کو بخش دیا۔ نیز انہوں نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت حواء علیہا السلام سے نکاح ہوا تو حضرت آدمؑ نے پوچھا کہ مہر کیا ہے تو فرشتوں نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تین مرتبہ درود بھیجئے۔ اس مضمون کے اخیر کی چند سطروں میں لکھا ہے:

”......وہ نور درجہ بدرجہ اصلاب طیبات اور ارحام طاہرات میں منتقل ہوتا ہوا عبد المطلب اور ان کے لڑکے حضرت عبداللہ تک پہنچا۔ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کے خاندان کو سفاح جاہلیت سے پاک رکھا اور مکہ مین آپ بڑے خاندان عالی سے تھے“ــــ (ص:۵)

میلاد ناموں کا اساسی وبنیادی موضوع نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدسہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد نگاروں نے ولادت باسعادت اور اس وقت رونما ہونے والے کرشموں کو والہانہ عقیدت ومحبت سے قلمبند کیا ہے۔ مولانا حافظ تجمل حسینؒ نے ولادت مبارکہ اور اس کے برکات وثمرات کو پرکیف انداز میں پیش کیا ہے لیکن بیان ولادت سے قبل بعنوان ”باب بیان میں زمانہ حمل کے“ مستقل باب قائم کیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:

”صاحب مدارج النبوۃ نے نقل کیا ہے کہ از روے روایت صحیحہ استقرار نطفہ زکیہ مصطفویہ اور ابداع ذرہ محمدیہ کا صدف رحم آمنہ رضی اللہ عنہا میں شب جمعہ کو زمانہ حج اور ایام تشریق میں ہوا تھا اس لئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شب

جمعہ شب قدر سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے اس لئے کہ اس شب میں جس قدر خیرات اور برکات اور کرامات اس عالم کے رہنے والے اور مومن خاص پر نازل ہوئے اور کوئی رات ایسی نہیں۔روایت ہے کہ ملک اور ملکوت میں منادی کی گئی کہ عالم کو انوار قدس سے منور کریں اور ملائکہ آسمانی زمین کو بہت خوشی ہوئی ہے داروغہ بہشت کو حکم ہوا کہ دروازے فردوس اعلی کے کھولدئے جاوین اور تمام طبات آسمان اور زمین کو بشارت دین کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کی رات رحم آمنہ میں قرار پایا اور اس وقت تمام عالم کو معطر کردے۔اشعار

اے صدر ایوان رسل وے شمع جمع انبیا ❁ خورشید برج سلطنت جمشید تختِ کبریا
طٰہٰ و یٰسین نام تو انا فتحنا کام تو ❁ قرآن زحق پیغام تو اے آفرینش را بہا
نامت محمدؐ آمدہ محمود واحمدؐ آمدہ ❁ دین تو سرمد آمدہ بو القاسم ست کنیت ترا
—(ص:۶)

اس کے علاوہ زمانہ حمل کے دیگر واقعات کا باختصار بیان کیا ہے:

''حضرت آمنہ فرماتی ہیں زمانہ حمل کے ہر مہینہ مین آواز آتی تھی آسمان اور زمین سے کہ مبارک ہو تم لوگوں کو کہ وہ وقت پہنچا کہ ظاہر ہون ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم''—(ص:۷)

ولادت مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں ۱۲ربیع الاول دوشنبہ کے روز صبح صادق کے وقت تشریف لائے۔روایت کے مطابق مولف نے بھی ذکر ولادت کے بعد نہایت ادب واحترام کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صلوۃ وسلام پیش کیا ہے۔اس باب میں انہوں نے روز دوشنبہ کی فضیلت واہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ ابتداء وحی، مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت، فتح مکہ حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال بھی دوشنبہ کے روز ہوا۔اس روز کی اہمیت وفضیلت کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن روزہ رکھتے تھے۔باب ولادت میں عموماانہیں واقعات کا بیان ہے جو میلاد اور سیرت کی کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں۔ایک مشہور واقعہ مولانا تجمل حسین صاحبؒ نے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو ایک یہودی تاجر،اہل قریش کے پاس آیا اور کہا کہ تم لوگوں کے یہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے کیونکہ آج آخری پیغمبر اس دنیا میں تشریف لا چکے ہیں پھر اس نے حضرت نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانیاں بتائیں، جب اس یہودی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی زمین پر بیہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش آیا تو کہا کہ آج بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی۔

مصنف کتاب نے موقع ومحل کی مناسبت سے خوبصورت اشعار کا اندراج کیا ہے،ملاحظہ کریں:

شمس الیثرب قمر البطحا تجھے رحمت ہر دوسرا جانا ❁ فی یوم الحشر وسیلتنا مجھے بھول نہ روز جزا جانا

کچھ تم نے رسول خدا جانا مرتا ہے کوئی شیدا جانا ❁ ہے رحم کی جا ذرا آجانا وہ جمال و رخ دکھلا جانا
دم دفن مری رہ شفقت سے وہ جود و سخا و عنایت سے ❁ رخ رشک دہ گل جنت سے مرے قبر کو خلد بنا جانا
پوچھیں جو نکیرین آکے مجھے من ربک اور ما دینک سے ❁ اس وقت شفیع ابد میرے آکر کے جواب بتا جانا
جب خلق خدا روز محشر ہو پیاس کی شدت سے مضطر ❁ اے ساقی کوثر کوثر پر اک جام مجھے بھی پلا جانا
فی نومی یا بدر العربی مکی مدنی والمطلبی ❁ اسکن من رویتک قلبی وہ سندر روپ دکھا جانا
اضطر مسلسل مفترقا بفراق جمالہ محترقا ❁ فی ہذہ بلغ محترقا یشرب جو صبا ہو تر اجانا

ولادت کے بعد کے واقعات و معجزات، ولادت کی خوشی میں ابولہب کا اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کرنا، آپ ﷺ کا نسب نامہ، شیر خوارگی، حضرت حلیمہؓ کا مکہ تشریف لانا اور آپ ﷺ کو اپنے قبیلہ میں لے جانا، حضرت دائی حلیمہؓ کے یہاں آپ ﷺ کی پرورش، ایام رضاعت میں شق صدر، حضرت دائی حلیمہؓ کا آپ ﷺ کو عبدالمطلب کے حوالے کرنے کے لئے مکہ کی جانب روانہ ہونا پھر بیچ راہ میں یکا یک آپ ﷺ کا گم ہو جانا تلاش و جستجو کے بعد وادی تہامہ میں مل جانا، اس کی خوشی میں عبدالمطلب کا مسکینوں میں سونا چاندی تقسیم کرنا اور حضرت دائی حلیمہؓ کو انعام و اکرام سے نواز کر قبیلہ سعد میں گھمانا، عبدالمطلب کے بعد چچا ابوطالب کی پرورش و پرداخت، کفالت و حفاظت میں آپ ﷺ کی نشو و نما، بحیرا نامی نصرانی عالم کا آپ ﷺ پر ایمان لانا، معراج اور آسمانوں کی سیر، شب معراج باری تعالیٰ سے ہم کلام ہونا، پھر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات، ان تمام موضوعات کو مولانا حافظ تجمل حسین صاحب نے عالمانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کا انداز بیان ظاہر کرتا ہے کہ مولف فن میلاد کی نزاکت سے بخوبی واقف ہیں اور صاحب میلاد صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت رکھتے ہیں۔

—(جاری)

کتابیات :

(۱) مولد ابی القاسم۔

(۲) کمالات رحمانی۔

(۳) ماہنامہ بینات کراچی، جون ۱۹۸۳ء۔

(۴) ماہنامہ رفیق علمائے بہار نمبر۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

سد ذرائع — ایک اہم اصول

• مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

فقہ اسلامی کا عظیم ذخیرہ جوفقہاء ومجتہدین نے قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے استنباط کرکے تیار کیا ہے اس میں قرآن میں مذکور احکام ومسائل بھی ہیں اور احادیث میں موجود احکام ومسائل بھی ہیں اور ایسے احکام ومسائل بھی ہیں جو قرآن و حدیث میں صراحت سے موجود نہیں ہیں لیکن قرآن وحدیث میں موجود مسائل واصول سے استنباط کرکے فقہاء کرام نے پیش کئے ہیں۔ ان میں اصول وقواعد بھی ہیں اور فروع وجزئیات بھی ہیں۔

کتاب وسنت سے استنباط کرکے جو اصول وقواعد مجتہدین کرام نے امت کے سامنے پیش کئے ہیں ان میں ایک اہم اصول سد ذرائع بھی ہے۔ اسلامی شریعت میں بہت سے مسائل اس اصول پر مبنی ہیں۔ ائمہ عظام کے مابین اس پر کچھ مناقشات بھی ہیں۔ اس اصول پر تفصیلی کلام کی ضرورت ہے۔ اس لئے ذیل میں اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

سد ذریعہ کی لغوی تعریف :

سد ذریعہ دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ اس میں پہلا لفظ سد ہے اور دوسرا لفظ ذریعہ ہے۔ ہر ایک کی وضاحت درج ذیل ہے۔

سَد ، یسُد سدًا کے لغوی معنی روکنا، رخنہ اور سوراخ کو بند کرنا ہیں۔ السد پہاڑ اور رکاوٹ کو کہتے ہیں۔

لسان العرب میں ہے:

السد : اغلاق الخلل وردم الثلم، سده يسده سداً فانسد واستد، وسدده أصلحه وأوثقه۔

(لسان العرب: ۲۰۷/۳)

مختار الصحاح میں ہے:

وسد الثلمة ونحوها من باب رد أى أصلحها وأوثقها، والسد بالفتح والضم: الجبل والحاجز۔ (مختار الصحاح: ۳۲۶)

ترجمہ : ''سدالثلمۃ''سوراخ اور دراڑ کو بند کیا یعنی اس کو درست کیا اور مضبوط کیا،سد (سین کے زبر اور پیش کے ساتھ) پہاڑ اور رکاوٹ کو کہتے ہیں۔

ذریعہ لغت میں کسی چیز کے سبب اور وسیلہ کو کہتے ہیں ۔لسان العرب اور مختار الصحاح میں ہے۔

الذریعة : الوسیلة، وقد تذرع فلان بذریعة أی توسل، والجمع ذرائع ۔(لسان العرب: ۸/ ۹۳، مختار الصحاح: ۲۲۶)

ترجمہ : ذریعہ وسیلہ کو کہتے ہیں ۔کہتے ہیں ''قد تذرع فلان بذریعة ''یعنی فلاں نے وسیلہ اختیار کیا، ذریعہ کی جمع ذرائع ہے۔

سد ذریعہ کا لغوی مفہوم یہ ہوا کہ وسیلہ بننے والی چیز کو روکنا۔

سدالذریعہ کی شرعی تعریف :

مختلف فقہاء نے اس کی مختلف الفاظ میں تعریفیں کی ہیں جو اس طرح ہیں۔

علامہ ابوالولید الباجی المالکی لکھتے ہیں:

المسألة التی ظاهرها الاباحة ویتوصل بها الی فعل محظور۔ (الاشارة فی معرفة الاصول ص ۲۸)

ترجمہ: ایسا مسئلہ جو بظاہر تو مباح ہے مگر اس کے ذریعہ فعل حرام تک پہنچا جاتا ہے۔

علامہ ابن العربی المالکی تحریر کرتے ہیں۔

هی کل عمل ظاهر الجواز یتوصل به الی محظور ۔(احکام القرآن ۳۰/۴)

ترجمہ : ایسا عمل جو ظاہر میں تو جائز ہو مگر اس سے حرام تک رسائی ہو جاتی ہے۔

امام قرطبی لکھتے ہیں:

الذریعة عبارة عن امر غیر ممنوع لنفسه یخاف من ارتکابه الوقوع فی الممنوع۔ (الجامع لاحکام القرآن ۵۷/۲)

ترجمہ : ذریعہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جو فی نفسہ تو ممنوع نہیں ہے مگر اس کے ارتکاب سے ممنوع میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔

علامہ شاطبی تحریر کرتے ہیں:

حقیقتها التوسل بما هو مصلحة الی مفسدة۔ (الموافقات ۱۸۳/۵)

ترجمہ : ذریعہ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی مصلحت یعنی اچھی چیز کو کسی مفسدہ یعنی خراب چیز تک پہنچنے کا وسیلہ بنانا۔

ان سب تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسے جائز عمل سے روکنا جو کسی حرام و ناجائز کام کا وسیلہ و ذریعہ بن رہا ہو۔

ائمہ فقہ کے نزدیک سد ذرائع کی حجیت :

مسائل فقہ میں سد ذرائع سے استدلال کرنے اور ایسی جائز چیزوں سے جو حرام وممنوع چیزوں تک پہنچنے کا ذریعہ بن رہی ہوں منع کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سد ذرائع کو دلائل شرع میں شامل نہیں کرتے۔امام مالک رحمہ اللہ اس کو دلائل شرع میں شامل کرتے ہیں۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ایک روایت میں اس کو دلائل شرع میں شامل کیا گیا ہے۔بعد میں علامہ ابن تیمیہ،علامہ ابن قیم اور دوسرے فقہاء حنابلہ نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے۔

علامہ ابوالولید الباجی تحریر کرتے ہیں:

مذهب مالك المنع من الذرائع......وأباح الذرائع ابوحنيفة والشافعي-(الاشارة فى معرفة الاصول،ص:۲۸)

ترجمہ : امام مالک کا مسلک ذرائع سے روکنا ہے۔امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس کو مباح قرار دیا ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

التمسك بسد الذرائع وحمايتها وهو مذهب مالك واصحابه واحمد بن حنبل فى رواية عنه-(قرطبی: ۵۷/۲)

ترجمہ : سد ذرائع سے استدلال کرنا امام مالک اور ان کے اصحاب کا مسلک ہے اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبل کا بھی مسلک ہے۔

علامہ ابن العربی المالکی یہودیوں کے یوم السبت سے متعلق آیت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

هذه الآية اصل من اصول اثبات الذرائع التى انفرد بها مالك وتابعه عليها احمد فى بعض رواياته، وخفيت على الشافعي وأبى حنيفة مع تبحرهما فى الشريعة-(احكام القرآن لابن العربى ص: ۳۰۴)

ترجمہ : یہ آیت سد ذرائع کے اثبات کی ایک اصل (دلیل) ہے جس سے استدلال کرنے میں امام مالک منفرد ہیں۔امام احمد نے بعض روایات میں ان کی اتباع کی ہے۔علوم شریعت میں تبحر کے باوجود امام ابوحنیفہ اور امام شافعی پر یہ (اصل) مخفی رہ گئی۔

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

سد احمد ومالك الذرائع، وهو ماظاهره مباح ويتوصل به الى محرم، وأباحه ابوحنيفة والشافعي-(التحبير شرح التحرير للمرداوی ۳۸۳۱/۷)

ترجمہ : امام احمد اور امام مالک نے ذرائع سے روکا ہے۔ ذرائع اس کو کہتے ہیں جس کا ظاہر مباح ہو اور وہ حرام تک پہنچنے کا ذریعہ بنتا ہو۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل میں ہے:

سد الذرائع وهو قول مالك واصحابنا، وهو ماظاهره مباح يتوصل به الى محرم، و أباحه ابو حنيفة والشافعي۔ (المدخل، ص: ۱۴۸)

ترجمہ : سد ذرائع امام مالک اور ہمارے اصحاب (حنابلہ) کا مسلک ہے۔ ذرائع اس کو کہتے ہیں جس کا ظاہر مباح ہو اور اس سے حرام تک پہنچا جا سکتا ہو۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس کو جائز کہا ہے۔

مذکورہ بالا کتابوں میں امام شافعی کے ساتھ احناف کو بھی ذرائع کو جائز کہنے والوں میں شمار کیا گیا ہے۔ شوافع کی کتب میں تو اس کی صراحت ملتی ہے۔ مگر جہاں تک ہم نے تلاش کیا احناف کی کتابوں میں ذرائع کی اباحت کی صراحت نہیں ملتی ہے۔ نہ کسی فقیہ نے سد ذرائع کا انکار کیا ہے۔ البتہ فقہائے احناف کی کتابوں میں سد ذرائع ایک قاعدہ کی حیثیت سے نہیں ملتا ہے۔ اسی سے شاید یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ احناف بھی ذرائع کو مباح سمجھتے ہیں۔ جب کہ ہم کتب احناف میں بہت سارے مسائل میں سد ذرائع پر عمل دیکھتے ہیں۔

سد ذرائع کے قائلین کے دلائل :

جو حضرات سد ذرائع کو ایک شرعی اصول کی حیثیت دیتے ہیں اور مسائل میں اس سے استدلال کرتے ہیں ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

القرآن الکریم :

(۱) وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ۔ (الانعام: ۱۰۸)

ترجمہ : اللہ کے سوا جن (معبودان باطل) کو یہ لوگ پکارتے ہیں ان کو گالی مت دو ورنہ وہ دشمنی میں علم کے بغیر اللہ تعالی کو گالی دیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو مشرکین کے سامنے ان کے معبودوں کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے، اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ دشمنی کی وجہ سے اس کے بدلہ میں وہ اللہ تعالی کو برا بھلا کہنے لگیں گے۔ جب کہ معبودان باطل کو برا کہنا جائز ومباح ہے مگر یہاں پر وہ اللہ تعالی کو برا کہنے کا ذریعہ بن رہا ہے اور اللہ تعالی کو برا کہنا کفر ہے۔ اس لئے اس سے منع کر دیا گیا۔ اس سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اگر ایک جائز ومباح کام کسی حرام وکفر کا ذریعہ بن رہا ہو تو اس سے منع کیا جائے گا۔ اسی کو سد ذریعہ کہتے ہیں۔

(۲) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۰۴﴾۔

(البقرۃ: ۱۰۴)

ترجمہ : اے ایمان والو! ''راعنا'' مت کہو۔''انظرنا''اور''اسمعوا'' کہواور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام کو قرآن کی تعلیم دیتے اور مسائل سمجھاتے تو صحابہ کرام خوب اچھی طرح سمجھنے کے لئے عرض کرتے ''راعنا'' کچھ توقف فرمائیں تاکہ ہم اچھی طرح سمجھ جائیں۔ بظاہر اس لفظ میں کوئی خرابی نہیں ہے۔لیکن عبرانی زبان میں راعینا (یاء کے اضافہ کے ساتھ) ایک گالی تھی، یہود ایسے موقع پر راعینا کہہ کر گالی مراد لیتے تھے۔اللہ تعالی کو اس سے شدید ناراضگی ہوئی اور صحابہ کرام کو راعنا کہنے سے منع فرمادیا۔اس کے بجائے انظرنا کہنے کا حکم فرمایا۔حالانکہ دونوں الفاظ میں معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے مگر چونکہ راعنا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کا ذریعہ بن رہا تھا اس لئے اس سے ممانعت فرمادی گئی۔اس آیت میں بھی حرام وکفر کا ذریعہ بننے کی وجہ سے ایک مباح وجائز کام کرنے سے روک دیا گیا ہے۔اس لئے یہ بھی سد ذریعہ کی دلیل ہے۔

(۳) وَ سْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ یَوْمَ لَا یَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِیْهِمْ ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾۔

(الاعراف: ۱۶۳)

ترجمہ : اوران سے اس بستی کے بارے میں پوچھئے جو سمندر کے سامنے تھی جب وہ سنیچر کے دن حد سے تجاوز کر رہے تھے۔جب ان کے سنیچر کے دن مچھلیاں خوب آتیں اور جب سنیچر کا دن نہ ہوتا تو مچھلیاں نہ آتیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کر رہے تھے اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ اس میں بنی اسرائیل کے اصحاب سبت کا ذکر ہے۔سنیچر کا دن بنی اسرائیل کی عبادت کا دن تھا، ان کی شریعت کے اعتبار سے اس روز شکار کرنا ان کے لئے ممنوع تھا۔اللہ تعالی نے اس قوم کی آزمائش اس طرح فرمائی کہ سنیچر کے روز ندی میں خوب مچھلیاں آتیں اور دوسرے روز مچھلیاں بہت کم آتیں یا نہیں آتیں۔اس قوم کی ایک جماعت نے سنیچر کو مچھلیاں پکڑنے کا حیلہ کیا کہ ندی سے قریب ایک بڑا سا گڈھا بنا کر اس میں پانی بھر دیا اور ندی سے اس کا ایک راستہ بنادیا۔سنیچر کو جب مچھلیاں آتیں تو ان کو اسی راستے سے گڈھے میں پہنچادیتے اور راستہ بند کردیتے۔مچھلیاں اسی گڈھے میں رہ جاتیں۔سنیچر گزرنے کے بعد دوسرے روز ان کا شکار کرلیتے۔اس پر ان کی سخت سزا ہوئی۔ان کو بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کردیا گیا۔

مچھلیوں کو گڈھے میں پہنچا کر ان کا راستہ بند کرنا یہ شکار نہیں ہے، اس لئے یہ جائز تھا مگر جب یہ سنیچر کو شکار کرنے کا ذریعہ بنا تو یہ بھی حرام ہوا۔ان لوگوں کو اس سے اجتناب کرنا ضروری تھا مگر انہوں نے شکار کی نیت سے یہ کام کیا تو اللہ تعالی کا غضب

نازل ہوا۔ یہ بھی سد ذریعہ کی دلیل ہے۔

(۴) وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝۳۵ – (البقرة: ۳۵)

ترجمہ : اور تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ، ورنہ تم لوگ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو اس درخت کے پھل کھانے سے منع فرمانا تھا۔ مگر پھل کھانے سے منع کرنے کے بجائے اس درخت سے قریب جانے سے ہی منع فرما دیا۔ کیونکہ قریب جانا اگر چہ مباح تھا مگر وہ پھل کھانے کا ذریعہ بن سکتا تھا۔ اس لئے حرام کام کے ذریعہ بننے والے مباح کام سے بھی ممانعت کر دی گئی۔ یہ بھی سد ذریعہ ہے۔ امام قرطبی لکھتے ہیں:

قال ابن عطية: هذا مثال بين في سد الذرائع – (قرطبی، البقرة، ۳۰۴/۱)

ترجمہ : مفسر ابن عطیہ کہتے ہیں۔ یہ سد ذرائع کی واضح مثال ہے۔

السنة:

(۱) الحلال بين والحرام بين وبينهما مشبهات لا يعلمها كثير من الناس فمن اتقى المشبهات استبرأ لدينه وعرضه – (صحيح البخاري، باب فضل من استبرأ لدينه)

ترجمہ : حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں۔ جس نے اپنے آپ کو ان مشتبہ امور سے بچا لیا اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کی حفاظت کر لی۔

حلال وحرام واضح ہیں، دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین وآبرو کی حفاظت کر لی اور جو ان میں پڑ گیا اس کو حرام میں مبتلا ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔ یہ مشتبہ چیزیں حرام نہیں ہیں مگر حرام کا ذریعہ بن سکتی ہیں اس لئے ان سے بچنے کی بات کہی جا رہی ہے۔

(۲) والمعاصي حمى الله ومن يرتع حول الحمى يوشك أن يواقعه –(صحيح بخاری، باب الحلال بين والحرم بين)

ترجمہ : معصیتیں اللہ تعالی کی چراگاہ ہیں، جو ان کے ارد گرد گھومتا ہے وہ ان میں گر سکتا ہے۔

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ جس طرح بادشاہوں کی حمی (مخصوص چراگاہیں) ہوتی ہیں جہاں عام انسانوں کو جانا ممنوع ہوتا ہے اسی طرح معاصی بھی ایسی اللہ تعالی کی حمی ہے، وہاں جانا ممنوع ہے۔ جو شخص حمی (معاصی) کے قریب رہتا ہے وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی سد ذریعہ کا اصول کارفرما ہے کہ معاصی میں ملوث ہوئے بغیر اس کے قریب رہنا ممنوع نہیں ہے مگر وہ معاصی تک پہنچ جانے کا ذریعہ بنتا ہے اس لئے اس سے بھی منع فرما دیا گیا۔

(۳) دع ما یریبك الی ما لا یریبك۔ (النسائی، الحث علی ترك الشبهات)

ترجمہ : ایسی چیزوں کو چھوڑ دو جو مشتبہ ہیں اور ایسی چیزوں کو اختیار کرو جو واضح ہیں۔

اس حدیث میں ایسی چیز کو ترک کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے جو تمہیں شبہ میں ڈالے اور ایسی چیز کو اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے جو واضح اور غیر مشتبہ ہو۔ شبہ میں ڈالنے والی چیز حرام نہیں ہے مگر وہ حرام میں مبتلا ہونے کا ذریعہ ہے اس لئے اس سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔

(۴) إن من الكبائر شتم الرجل لوالديه۔ قالوا: وهل يشتم الرجل والديه؟ قال: نعم يسب أبا الرجل فيسب أباه ويسب أمه فيسب أمه۔ (ترمذی، باب ما جاء فی عقوق الوالدین)

ترجمہ : ارشاد نبوی ہوا: کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کیا کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں! وہ کسی دوسرے کے والدین کو گالی دے گا اور (جواب میں) دوسرا اس کے والدین کو گالی دے گا۔

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ والدین کو گالی دینا (بعض روایت میں لعنت کرنے کے الفاظ ہیں) کبائر میں سے ہے۔ صحابہ کرام نے سوال کیا کہ کیا کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے یا لعنت کر سکتا ہے؟ ارشاد ہوا۔ ہاں، وہ اس طرح کہ وہ کسی دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے اور دوسرا شخص اس کے بدلہ میں پہلے کے ماں باپ کو گالی دے۔

یہ بھی سد ذریعہ ہے کہ دوسرے کے والدین کو گالی دینا اپنے والدین کو گالی دینے کا ذریعہ بن رہا ہے۔ اس لئے اس سے منع فرما دیا گیا۔

(۵) فقال: لعن الله اليهود۔ ثلاثا۔ ان الله حرم عليهم الشحوم فباعوها واكلوا اثمانها، وإن الله إذا حرم على قوم أكل شيئ حرم عليهم ثمنه۔ (ابو داؤد، باب فی ثمن الخمر)

ترجمہ : تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے یہود پر لعنت فرمائی ہے۔ اللہ تعالی نے یہود پر چربی حرام فرمائی تھی، انہوں نے چربی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی۔ اور اللہ تعالی جب کسی قوم پر کوئی چیز حرام فرماتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام فرماتا ہے۔

اس حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔ اللہ تعالی نے یہود پر لعنت فرمائی ہے۔ اس کے بعد اس کی وجہ بیان فرمائی کہ قوم یہود پر جانوروں کی چربیاں حرام تھیں۔ یہود نے چربیوں کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔ جب کہ اللہ تعالی جب کسی قوم پر کوئی چیز کھانا حرام فرماتا ہے تو اس کی قیمت کھانے کو بھی حرام فرماتا ہے۔ یہ بھی سد ذریعہ ہے۔ یہود نے حرام تک پہنچنے کا ذریعہ نکال لیا، چربی نہیں کھائی، اس کی قیمت کھالی۔ اسی لئے ان پر لعنت کی گئی۔

(۶) فقالت: يا أم المؤمنين! كانت لی جارية فبعتها من زيد بن أرقم بثمان مائة إلى أجل ثم

اشتریتها منه بست مائة فنقدته الست مائة و كتبت عليه ثمان مائة۔ فقالت عائشة : بئس والله ما اشتریت ، وبئس والله ما اشتری، أخبری زید بن أرقم أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا أن يتوب۔(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل يبيع السلعة ثم يريد اشترائها بنقد ۸/۱۸۴)

ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ انہوں نے اپنی ایک باندی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ادھار آٹھ سو درہم میں فروخت کی، پھر اس کو ان ہی سے نقداً چھ سو میں خرید لیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے سخت تنبیہ فرمائی اور اس کو ناجائز قرار دیا۔

علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں قرآن وحدیث اور آثار صحابہ سے سد ذرائع کے ۹۹ دلائل پیش کئے ہیں اور اس کو دین کا ایک چوتھائی حصہ قرار دیا ہے۔ (اعلام الموقعین ۳/۱۵۹)

سد ذرائع کو اصول کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرنے والوں کے دلائل:

(۱) وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ ۔(البقرۃ: ۲۷۵)

ترجمہ: اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

اللہ تعالی نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور یہ بیع ہے، اس لئے یہ بھی حلال ہے۔

(۲) عن ابی سعید الخدری وعن ابی هريرة رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل رجلا على خيبر فجاء بتمر جنيب، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أكل تمر خيبر هكذا؟ قال: لا والله، يا رسول الله! انا لنأخذ الصاع من هذا بالصاعين والصاعين بالثلاثة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لاتفعل، بع الجمع بالدراهم، ثم ابتع بالدراهم جنيبًا۔(صحيح البخاری، باب اذا اراد بيع تمر بتمر خير منه)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا عامل بنایا (یعنی ان کو خیبر سے کھجور لانے کا ذمہ دار بنایا) وہ جنیب (اچھی اور بہترین کھجور) لے کر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا خیبر کی تمام کھجور ایسی ہی ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ایسا نہیں ہے۔ ہم نے دو صاع عام اور معمولی کھجور کے بدلہ میں ایک صاع اچھی کھجور لے لی ہے اور تین صاع عام کھجور کے عوض دو صاع اچھی کھجور لی ہے۔ ارشاد نبوی ہوا۔ ایسا نہ کرو۔ عام کھجور کو درہم سے بیچ دو اور اس درہم سے اچھی کھجور خرید لو۔

ایک صاع کھجور کی بیع دو صاع کھجور سے جائز نہیں ہے، یہ ربا الفضل ہے جو حرام ہے۔ لیکن اس حدیث میں جو طریقہ بتایا گیا ہے اس سے نتیجہ میں بیع صاع بالصاعین تک معاملہ پہنچ رہا ہے یعنی یہ طریقہ بیع صاع بالصاعین تک پہنچنے کا ذریعہ بن رہا ہے

اور یہ جائز ہے کیونکہ ایسا کرنے کا ان صحابی کو حکم دیا جارہا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حرام تک پہنچنے کا ہر ذریعہ حرام نہیں ہے۔

(۳) ایسا عقد جس کے ارکان وشرائط صحیح ہوں لیکن وہ فساد کا مقتضی ہو یعنی اس کے نتیجہ میں حرام کام یا فساد وخرابی سامنے آتی ہو تو بھی وہ صحیح ہوتا ہے۔جیسے ڈاکو سے تلوار فروخت کرنا،شراب بنانے والے سے انگور بیچنا۔یہ بیع فساد وحرمت کا ذریعہ ہونے کے باوجود صحیح ودرست ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حرمت کا ذریعہ حرام نہیں ہوتا۔

واحتج أیضاً بأن العقد المقتضی للفساد لایکون فاسداً اذا صحت أرکانه کبیع السیف من قاطع الطریق والعنب من الخمار۔(الفروق ۲/۴۴۰)

ترجمہ : اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ ایسا عقد جس کے نتیجہ میں فساد وخرابی آسکتی ہو وہ حرام نہیں ہوتا ہے جب اس کے ارکان صحیح ہوں مثلاً ڈاکو سے تلوار بیچنا،شراب بنانے والے سے انگور بیچنا۔

(۴) اللہ تعالی نے قضایا اور مسائل میں ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔اس لئے جو چیز غیر ظاہر ہے، دلوں میں پوشیدہ ہے اس پر دنیاوی امور میں فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔سد ذرائع میں مباح کو اس اندیشہ سے منع کردیا جاتا ہے کہ وہ حرام تک پہنچنے کا ذریعہ نہ بن جائے۔حالانکہ اس کا حرام کا ذریعہ بننا قطعی اور یقینی نہیں ہوتا۔ہوسکتا ہے کہ وہ حرام تک پہنچے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نہ پہنچے۔اس لئے اس کی حرمت کا فیصلہ ظاہر پر فیصلہ نہیں ہے کیونکہ وہ ظاہر میں تو مباح اور جائز ہے۔

(۵) اپنے مقصد کے اعتبار سے ذریعہ کی مختلف قسمیں ہیں۔کبھی اس پر عمل کرنا واجب ہوجاتا ہے،کبھی حرام،کبھی مکروہ اور کبھی مندوب۔اس میں شدید اضطراب کی صورت ہے،اس لئے اس کو ایک اصل قرار دے کر اس کی ممانعت اور حرمت کا فیصلہ کردینا ممکن نہیں ہے۔امام نووی فرماتے ہیں:

فالذرائع ھی الوسائل وھی مضطربة اضطراباً شدیداً، قد تکون واجبة ، وقد تکون حراماً، وقد تکون مکروھة ومندوبة ومباحة،وتختلف ایضا مع مقاصدھا بحسب قوة المصالح والمفاسد وضعفھا وانغمار الوسیلة فیھا وظھورھا، فلا یمکن دعوی کلیة باعتبارھا ولابألغائھا، ومن تتبع الفروع الفقھیة ظھر له ھذا۔(المجموع ۱۰/۱۶۰)

ترجمہ : ذرائع وسائل ہیں۔ان میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔کبھی وہ واجب ہوتے ہیں اور کبھی حرام،کبھی مکروہ اور کبھی مباح ومندوب۔اپنے مقاصد کے اعتبار سے بھی ان میں اختلاف ہوتا ہے مصالح ومفاسد کے قوی اور ضعیف ہونے کی وجہ سے نیز وسیلہ کے پوشیدہ اور ظاہر ہونے کی وجہ سے بھی۔اس لئے ان کے اعتبار کا یا ان کے الغاء کا کلی دعوی ممکن نہیں ہے۔فقہی فروع کی تلاش وجستجو کرنے والے کے سامنے یہ بات ظاہر ہے۔

—(جاری)

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

صنم کدہ ہے جہاں لاالہ الااللہ

● پروفیسرمحسن عثمانی ندوی—— حیدرآباد

چندروز پہلے میں نے مضمون لکھا تھا جو دہلی میں بین المذاہب ہم آہنگی کے موضوع پر منعقد ہونے والی کانفرنس کے بارے میں تھا، اس کانفرنس میں قومی سلامتی کے مشیر اجیت ڈوبھال آئے تھے، میں نے دعوی کے ساتھ یہ تحریر کیا تھا کہ ہندوستان میں وہ پیغمبرانہ مشن جوتمام انبیا کا مشن تھا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن تھا ختم ہوگیا، دنیا کے نقشہ پر ہندوستان شرک کا سب سے بڑا قلعہ ہے، لیکن اس شرک کے خلاف اصلاحی تحریک ہندوؤں میں تو اٹھی، لیکن مسلمانوں نے کبھی توحید کی تحریک شروع ہی نہیں کی، جب کہ ہر پیغمبر نے سب سے پہلے شرک کے خلاف اپنے مشن کا آغاز کیا، لوگوں کو بت پرستی سے روکا، پیغمبروں نے شرک اور بت پرستی کے سماج میں یہ آواز بلند کی:

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

ہر پیغمبر نے اپنے اپنے زمانہ میں مشرک قوم کو یہی بات کہی، بتوں کو سجدہ کرنے سے منع کیا، توحید کی دعوت دی، اس پیغمبرانہ مشن کا ذکر قرآن مجید میں جابجا موجود ہے۔ یہ قرآن کا جلی عنوان ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے اور ان کے مصلحین نے مشرکوں اور کافروں کو یہ بات نہیں کہی۔ جہاں کہنی چاہئے تھی وہاں نہیں کہی، مشرکوں کے مجمع میں نہیں کہی، شرک اور کفر کی برائی شرک کے بڑے بڑے قلعوں میں نہیں کی، مندر کے پجاریوں کے سامنے نہیں کہی، نہ عوام میں کہی نہ خواص

میں کہی، البتہ بدعت کی مخالفت میں مسلمانوں کو شرک سے بچنے کی تلقین کی، رسالۃ التوحید لکھ کر مسلمانوں کو بدعات اور خرافات سے روکا، تبلیغ کے بزرگوں نے مسلمانوں کو کلمہ سکھایا، نماز کی تلقین کی، لیکن قد آدم بلکہ فلک بوس پتھر کے بتوں کی عبادت سے اہل شرک کو بالکل نہیں روکا، خوف ناک اور حیرت ناک شکل وصورت کے معبودان باطل برسرعام پوجے جاتے رہے، چوراستوں پر نصب کئے جاتے رہے، لیکن ہمارے علما علمی اور تحقیقی کاموں میں مشغول رہے، دینی کتابیں تصنیف کرتے رہے، قرآن کی تفسیر دس جلدوں میں لکھ دی، سیرت پر کتاب دس جلد میں لکھ دی، بخاری اور مسلم کی شرح دس جلد میں لکھ دی، لیکن بتوں کے آگے سرنیاز جھکانے والے دس انسانوں کو انہوں نے توحید کی دعوت نہیں دی، کسی کو پیغمبرانہ سنت اور عزیمت پر عمل کرنے کا خیال تک نہیں آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح کسی نے اپنی قوم کو یہ نہیں کہا: يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اے قوم! ایک اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح کسی نے اپنے والد آزر کو توحید کی دعوت نہیں دی اور نہ بت خانہ کے بت توڑے، بہت اچھا کیا بت نہیں توڑے، لیکن زبان سے بھی ان کو تفہیم کی توفیق نہیں ملی۔ تمام انبیا کی مشترک دعوت ایک تھی:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ — (الانبیاء)

ترجمہ : میں نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس پر وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، صرف میری عبادت کرو۔

یہ وہ کام ہے جو ہمارے علما نے نہیں کیا۔ بعض علما نے مناظرے کئے لیکن مناظرہ اور شئ ہے اور اسلام کی دعوت اور شئ۔ ہمارے مصلحین نے مسلمانوں کی تربیت کی لسان قوم کے مدرسے قائم کرنے کے بجائے لسان المسلمین کے مدرسے قائم کئے، لسان قوم کا ایک مدرسہ پورے ملک میں قائم نہیں کیا، چنانچہ قوم کو دعوت لسان قوم میں نہیں دی جاسکی، اس کام کے لائق علما ہی ان مدرسوں میں تیار نہیں ہوئے، صرف لسان المسلمین والے علما تیار ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں کو مسجدوں میں مسلمانوں کی زبان میں خطاب کیا، ہمارے علما اور مصلحین پیغمبرانہ مشن سے بہت دور رہے۔ جو اصل کام تھا وہ نہیں ہوا۔ خیر امت کا کردار انہوں نے ادا نہیں کیا، اخرجت للناس کے منصب پر ان کو فائز کیا گیا تھا، مگر وہ اخرجت للمسلمین کے منصب پر بیٹھ گئے، اپنی منصبی ذمہ داریوں سے گریز کیا:

بغیر دل ہمہ نقش و نگار بے معنیست
ہمہ ورق کہ سیہ گشتہ مدعا ایں جاست

''خطائے بزرگان گرفتن'' ایک مجبوری ہے، اس کے بغیر ہم مسلمانوں کو ان کی منصبی ذمہ داری یاد نہیں دلاسکتے ہیں، اب سب سے اہم سوال یہ ہے کہ اسلام کی دعوت کیسے برپا کی جائے پیغمبرانہ مشن کو جو سیکڑوں سال سے ختم ہو چکا ہے، دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے، ''خیر امت'' کی گاڑی کو ''اخرجت للناس'' کی پٹری پر کیسے ڈالا جائے۔ اس کے لیے سب سے زیادہ ضروری

کام منافرت کے ماحول کو ختم کرنا ہے، فرقہ پرستی کے مزاج پر قابو پانا ہے، دل بدست آوری کے مشن کو لے کر کھڑا ہونا ہے، دلوں کو فتح کرنا ہے، محبت کی باد بہاری اور شفقت اور خدمت اور ہمدردی کی نسیم سحری سے اسلام کے لیے کشش پیدا کرنی ہے، اس حد تک کہ لوگ یہ کہنے لگیں، جب مسلمان زبان کھولتے ہیں، لفظ لفظ میں قند گھولتے ہیں، سب مسلمان اخلاق کی تصویر، ہر ایک شرافت میں بے نظیر۔ ہر مسلمان کردار کے اعتبار سے یکتائے زمانہ اور اوصاف حمیدہ میں فرد و یگانہ۔ اس عام تاثر کے بغیر اسلام کی دعوت زندہ نہیں ہوسکتی ہے۔ کئی سو سال سے اسلام کی دعوت کا جھنڈا سرنگوں ہے، پیغمبرانہ مشن کی گاڑی ''ڈی ریلمنٹ'' سے دو چار ہوگئی ہے اور انسانیت کا مستقبل خطرہ میں ہے، کیوں کہ انسانیت کی نجات اسلام سے وابستہ ہے، لیکن دین اسلام کے فروغ کے لیے اور اس کی تعلیمات کو خاص و عام میں مقبول بنانے کے لیے خاص و عام سے رابطہ قائم کرنا ہوگا، سماجی رابطے استوار کرنے ہوں گے، اگر یہ رابطہ نہیں ہوگا تو اسلام کی اشاعت اور مقبولیت کا دروازہ کیسے کھلے گا۔ ہندوستان کی حالیہ تاریخ میں اسلام اور مسلمانوں سے غیر مسلموں کو مانوس کرنے کے لیے اور دعوت کے لیے ماحول سازگار بنانے کے لیے مولانا ابوالحسن علی ندوی نے پیام انسانیت کی تحریک شروع کی تھی، ہندوستان میں ''عقل خداداد'' رکھنے والے علما نہ پہلے اس تحریک کو سمجھ سکے نہ آج سمجھ سکے ہیں۔ مولانا علی میاں کی حکمت اور ذہانت مولانا علی میاں کے ساتھ ختم ہوئی۔

معلوم ہوا کہ غیر مسلموں سے رابطہ استوار کرنا سب سے زیادہ ضروری کام ہے، اس کے بغیر دعوت کے تمام منصوبے قرطاس وقلم کی سرحد سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے، اس کے لیے مسلمانوں کو مضبوط قوت ارادی کے ساتھ اور صبر و حکمت عملی کے ساتھ میدان عمل میں اترنا ہوگا اور حسن اخلاق کا نقش دلوں پر قائم کرنا ہوگا۔ غیر مسلموں کے ساتھ میل ملاپ اور تعلقات اور خدمت کو زندگی کا مشن بنانا ہوگا۔ ایک عام تاثر پیدا کرنا ہوگا کہ مسلمان جرائم پیشہ نہیں ہوتا، ایماندار ہوتا ہے، وہ خیانت نہیں کرتا، وہ لوگوں کے دکھ سکھ میں کام آتا ہے، داعی گروہ کے بارے میں اس طرح کا اچھا تاثر پایا جانا ضروری ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو جب نبوت ملی تھی اور آپ حرا پہاڑ سے نیچے اتر کر آئے تھے تو آپ پر لرزہ طاری تھا، حضرت خدیجہ نے انہیں ڈھارس دی کہ آپ غریبوں کی مدد کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، مسافروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، جس شخص میں یہ سب خوبیاں موجود ہوں اللہ اسے ضائع نہیں کرے گا۔ ہندوستان میں خواجہ معین الدین چشتی اور ان کے خلفانے حق کا یہ پیغام ہندوستان کے لوگوں کو سنایا تھا، توحید اور انسانی مساوات کا درس دیا تھا۔ دہلی میں سجادہ نشینوں کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، کاش یہ کانفرنس میں خواجہ معین الدین چشتی کے پیغام کو عام کرنے کے ارادے سے منعقد ہوتی، لیکن یہ کانفرنس ''ڈی ریلمنٹ'' کا شکار ہوگئی اور ایک مسلم تنظیم پر پابندی عائد کرنے کی بات اس میں کہی گئی۔

یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ غیر مسلموں کی اکثریت بھی انسان دوست اور انصاف پسند ہے، اگر ہم اکثریت سے الگ رہیں گے اور بیگانہ وشی کو اپنا وطیرہ بنائیں گے اور اپنے مسائل ان کے سامنے مدلل طریقہ سے نہیں پیش کریں گے تو فرقہ پرست

عناصر ان کے ذہن کو مسموم کریں گے اور ان کو اسلام مخالف بنائیں گے اور مسلمانوں کی غیر مسلموں سے دوری اور کنارہ کشی اور بیگانگی کے نتیجہ میں فرقہ پرستوں کو کامیابی بھی مل رہی ہے، مسلمانوں کو ان کے آئینی حقوق نہیں مل رہے ہیں، مسلمانوں کو ظلم کی چکی میں پیسا جارہا ہے اور اگر مسلمانوں نے ہندو سماج سے دوری برقرار رکھی تو اس کا ان کو شدید نقصان پہونچے گا۔ کاش مسلمانوں کی قیادت کو عقل و ہوش کی یہ باتیں سمجھ میں آتیں۔ مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لیے اور دین اسلام کے تعارف کے لیے حسن اخلاق اور حسن خدمت کے ہتھیاروں سے اپنے آپ کو مسلح کرنا ہوگا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ دین اچھے اخلاق کا نام ہے۔ ایک دوسری حدیث کا مفہوم ہے انسان حسن اخلاق سے رات بھر عبادت کرنے والے اور دن بھر روزہ رکھنے والے پر فضیلت حاصل کرلیتا ہے۔ اس لیے خسرو اقلیم دل بننے کے لیے شیریں زبان اور سحر بیان ہونا اور بلند کردار اور خوش اطوار ہونا ضروری ہے، اگر حسن اخلاق کے ساتھ مسلمان تعلیم یافتہ بھی ہوجائیں تو ساری خلق خدا بندہ بے دام ہوجائے گی، ادائے دلبری کے ساتھ نوائے عاشقانہ کے ذریعہ اور حسن اخلاق کے ساتھ حسن کلام کے ذریعہ لوگوں کو اپنا حامی اور ہم خیال بنایا جاسکتا ہے، اسی سے تمام لوگوں کو ہمنوا، ہم فکر، ہم مذہب بنایا جاسکتا ہے۔ دشمنوں کو شکست دی جاسکتی ہے اور دلوں کو فتح کیا جاسکتا ہے۔ ضروری ہے کہ ہماری باتوں میں جادو کا اثر ہو، ہماری گفتگو سلک گہر ہو، جو لوگ نفرت کی کھیتی کرتے ہیں وہ کریں، مسلمان محبت اور خیر سگالی کے پھول ہی کھلائیں گے، ہماری زبان سے نکلا ہوا ہر حرف قند و نبات، منہ سے نکلی ہوئی ہر بات آب حیات ہو، لیکن پھولوں کی حفاظت کے لیے قدرت نے کانٹے بھی پیدا کئے ہیں، ہم قدرت کی اس خاموش آواز کو بھی سنیں گے، زخم پہونچانے والوں کے لیے حملہ آوروں کے لیے خارزار اور باعث آزار بھی ہوں گے، ہمارے سینوں میں جذبہ شہادت بھی موجود ہونا چاہیے۔ لیکن بحیثیت مجموعی ہم شرافت اور محبت کے طرف دار رہیں گے، پیکر انسانیت رہیں گے، نمونہ آدمیت رہیں گے اور معاشرہ میں توحید کی اذان بھی دیں گے۔ اخلاق و شرافت میں ہم چشموں میں سب سے ممتاز رہیں گے، جیسے باغ میں گلاب کا پھول جیسے تالاب میں کنول جیسے ستاروں کی جھرمٹ میں چاند۔ خدمت اور حسن اخلاق کے میدان میں امتیاز کے ساتھ مسلمانوں کو تعلیم کے میدان میں پیش رفت بھی کرنی ہوگی اور برادران وطن کے سامنے دین توحید کا تعارف بھی کرانا ہوگا، اس ملک میں مسلمانوں کے لیے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر فاتح زمانہ بننا ہے تو دلوں کو اسیر اور دماغ کو نخچیر بنانے کا ہنر سیکھنا ہوگا۔

وہ ادائے دلبری ہو یا نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

قرآن و احادیث کی روشنی صوفیوں کے سر کا تاج

● جناب ڈاکٹر سید شاہ شمیم احمد گوہر مصباحی ـــــ سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ چک الہ آباد

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئس برسوں میں نازل ہونے والی خدا کی کتاب ''قرآن حکیم'' اور تمام احادیث و سنن کا اظہار عہد صحابہ کرام میں ہوا، سب سے پہلے یہی مبارک جماعت مخاطب قرار پائی۔ بہت سی آیات قرآنی کی شانِ نزول خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے واقعات و کردار سے متعلق ہیں، سوالات کے جوابات میں بے شمار حدیثیں بیان فرمائی گئیں، جن میں خوابوں کی تعبیرات بھی شامل ہیں تمام احادیث و سنن کی تحقیق و تصدیق اور روایات کا خزانہ اسی عہد صحابہ میں محفوظ ہوا۔ غزوات و جنگ میں یہی جماعت قربانیاں پیش کرتی رہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق و فکر سے یہ عاشقانِ اسلام ایک لمحہ بھی الگ نہیں رہے۔ ان سے بڑھ کر محسن و متقی، صابر و صائم، عابد و زاہد، مجاہد و جاں نثار اور عالم و صوفی کون ہوسکتا ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت و قربت میں عطا ہونے والے انعامات و اکرام کے عروج و ارتقا نے امت مرحومہ کی قسمت بیدار کردی۔ صحابہ کرام ہی نے سب سے پہلے رسول خدا سے ذکر الٰہی، عشق رسالت اور تصوف کی تعلیم پائی، زندگی جب تک تصوف کے آداب و احترام سے واقف نہیں ہوتی عشق و محبت کی منزلیں طے نہیں ہوسکتیں۔ تصوف و عبادت کا یہ قیمتی اثاثہ صحابہ کرام، حضرت اویس قرنی، تابعین اور تبع تابعین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی محفلوں اور درس گاہوں سے نکلا تو ساری دنیا میں چھا گیا، ساری دنیا کے خاصان خدا نے گلے سے لگایا، اصفیائے کرام نے اپنے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے سائے میں مجاہدات ہی کو شیوۂ حیات بنایا، دنیاداری کو ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے قریب نہیں آنے دیا، اسی کو تصوف کہتے ہیں، علم و ادب کی بنیاد اسی روحانی روایت و حقائق پر برقرار رہے گی، صوفیانہ رجحان و روش کے بغیر علم کی حیثیت ایسی ہی ہے کہ جیسے درخت پر پتے بہت ہوں مگر پھل ایک بھی نہ ہو۔ قرآن حکیم نے علم و فضل کے حق میں مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے، ایک جگہ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۞ ـ (طٰہٰ)

ترجمہ: اور اگر تو پکار کر کہے تو وہ تو بھید کو جانتا ہے اور اسے جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے ـــــ (کنزالایمان)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: ’’طاعت ظاہر یا باطن، اللہ سے چھپی نہیں وہ جزا عطا فرمائے گا‘‘ تفسیر بیضاوی میں قول سے ذکر الٰہی اور دعا مراد ہے کہ اس آیت میں اس پر تشبیہ کی گئی ہے کہ ذکرو دعا میں جہر اللہ تعالیٰ کو سنانے کے لیے نہیں ہے، بلکہ ذکر کو نفس میں راسخ کرنے اور نفس کو غیر کے ساتھ مشغولی سے روکنے اور باز رکھنے کے لیے ہے۔(ص: ۴۵۲)

ذکر خفی کے تو سبھی متحمل ہو سکتے ہیں، ذکر جہر اور ضرب صرف صوفیوں کا خاصہ ہے، جسے اپنے نفس میں بسائے رکھنے کے لیے راہ مجاہدہ میں گامزن رہتے ہیں، ذکر و ضرب کی تبلیغ آداب میں ظاہر علوم کے علم برداروں کا کوئی تعاون نظر نہیں آتا۔قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ ۔(الفاطر:۲۸)

ترجمہ : اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔(کنز الایمان)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ’’مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو زیادہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جبروت اور اس کی عزت وشان سے باخبر ہے‘‘۔(تفسیر خزائن العرفان،ص: ۶۳۴)

اس تفسیر میں بطور خاص روایاتِ صوفیانہ کی پوری شان نظر آتی ہے اور قیامت تک خشیت الٰہی اور علمی فوقیت کو اسی طرز پر دیکھا جائے گا، عہد رسالت مآب ﷺ سے لے کر تا ایں دم کوئی بھی تصوف نواز عالم ربانی راہ تصوف اور قربت اسرار ورموز سے الگ نہیں رہا۔علم ظاہری کا یہی تقاضا ہے کہ وہ علم باطن کی بارگاہ میں ہمیشہ حاضر رہے تبھی جبروت الٰہی کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے، ورنہ جائز وحلال مباح وحیلہ اور رعایتوں کا لمبا سفر صوفیانہ مجاہدات وصعوبات اور فاقہ وتشنگی کے لطف و ذائقہ سے ہمیشہ محروم رہے گا۔ اثاثۂ باطنی کے ساتھ تحریری طور پر بھی بے شمار اصفیائے کرام نے تصانیف وتالیفات مکتوبات وملفوظات اور نعتیہ شعروادب کا دریا بہا دیا۔

ادب کے بابت ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) حسن الادب من الایمان

ترجمہ : حسن ادب ایمان کا حصہ ہے۔

(۲) ادبنی ربی فاحسن تادیبی۔

ترجمہ : میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور مجھے بہت اچھا ادب سکھایا۔(کشف المحجوب،ص: ۴۸۳)

قرآن حکیم میں جس طرح ادب وادیب کا ذکر نہیں، اسی طرح تصوف وصوفی کا بھی ذکر موجود نہیں۔صاحب کشف المحجوب ایک روایت نقل فرماتے ہیں:

من سمع صوت اھل التصوف فلا یؤمن علی دعائھم کتب عند اللہ من الغافلین۔ (ص:۴۶۳)
ترجمہ : جو صوفیا کی آواز سنے اور ان کی دعا پر آمین نہ کہے تو وہ اللہ کے نزدیک غافلوں میں شمار ہوگا۔

حدیث نبوی ہے ’’العلماء ورثۃ الانبیاء‘‘ اصحاب علم وادب نبیوں کے وارث ہیں۔ اس حدیث کریمہ کی وضاحت وترجمانی کا اندازہ حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مندرجہ ذیل قول سے بھی لگایا جاسکتا ہے:

’’اعلم رحمك الله تعالیٰ ان حقیقة الصوفی فقیه عمل بعلمه لا غیر‘‘۔ (الیوافیت والجواھر)
ترجمہ : جان لے خدا تجھ پر رحم کرے کہ صوفی درحقیقت فقیہ ہوتا ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔

جن کی ساری زندگی یاد الٰہی، ذکر وضرب، مراقبہ واستغراق، مجاہدۂ نفس، روزہ وفاقہ، صوف پوشی اور پاسِ انفاس میں گزرتی ہو، جنہوں نے تمام عمر ایک لقمۂ لذیذ نہ چکھا ہو، ان مقدس اور خداشناس ہستیوں سے بڑھ کر کون نبیوں کا وارث ہوسکتا ہے۔

کشف المحجوب میں ہے:

الشیخ فی قومه کالنبی فی امته۔
ترجمہ : اپنی قوم میں شیخ ایسا ہوتا ہے جیسے کہ امت میں نبی۔ (ص:۹۱)

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

العلم لیس بکثرۃ الروایة انما العلم نور یجعل الله فی القلب۔ (رواہ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ)
ترجمہ : علم کثرت روایت سے نہیں حاصل ہوتا، بلکہ علم ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ قلب میں ڈال دیتا ہے۔

اسی کو کہتے ہیں علم لدنی اور الہام والقا کی برکتیں جن کے دروازے صوفیوں کے حق میں ہمیشہ کھلے رہتے ہیں، یہ نعمتیں کسی ادارے میں نہیں ملتیں، تمام زندگی استغراق اور یادِ الٰہی کے صدقے میں میسر ہوتی ہیں۔

حضرت ملا علی قاری حنفی ’’شرح آداب المرین‘‘ میں لکھتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ’’میں ابتدا میں علم کلام کے حصول میں مشغول رہتا تھا اور اسی مقصد سے میں نے متعدد کتابیں حفظ کرلی تھیں اس سے میرے چچا مجھے منع کرتے تھے میں اس کی کوئی پرواہ نہ کرتا۔ ایک روز انہوں نے قطب ربانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا، ان کے ہمراہ میں بھی تھا، انہوں نے تاکید کی اور مجھ سے کہا: حاضر قلب رہ کہ ایسے شخص کے حضور میں جارہا ہے، جن کا قلب اپنے رب سے خیر حاصل کرتا ہے، ان کی برکات نظر کا منتظر رہ‘‘ جب ہم بیٹھ گئے تو میرے چچا نے عرض کیا: یا سیدی یہ میرا بھتیجہ ہے اور علم کلام کے حصول میں بڑا حریص ہے، اس کو میرا منع کرنا مفید ثابت نہ ہوا۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگئے، حضرت نے فرمایا: تو نے کون کون سی کتابیں حفظ کی ہیں؟ میں نے عرض کیا: فلاں فلاں۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے میرے سینے پر مسح کیا اور خدا کی قسم مجھے ان کتابوں میں سے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا، جن کو میں ساری زندگی حفظ

کرتا رہا تھا، اب میرا سینہ علوم لدنیہ وعوارف ربانیہ سے بھر گیا، پس میں لسانِ ناطق وقلب صادق لے کر ان کے پاس سے اٹھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے عمر تو عراق کی آخری مشہور ہستی ہوگا۔ (خواجہ بندہ نواز ص:۲۶)

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ۔(البقرة:۱۵۲)

ترجمہ : تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔ (کنزالایمان)

جس کی تفسیر میں صدرالافاضل فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اطاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔" قرآن واحادیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں، ذکر بالجہر کو بھی اور ذکر بالاخفاء کو بھی۔ (خزائن العرفان ص:۳۵)

قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝۲۸ ۔(الرعد)

ترجمہ : وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کو چین ہے۔ (کنزالایمان)

"التفکر ساعة خیر من عبادات الثقلین"۔ (شمس العارفین اردو ترجمہ، ص:۸۸) ایک ساعت کا تفکر تمام جہاں کی عبارتوں سے بڑھ کر ہے۔ "حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دائمی طور پر مراقبۂ حضور اور تفکر میں رہا کرتے تھے

رسول خدا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں 'میرے لیے ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ وہاں نہ تو کسی نبیٔ مرسل کو دخل ہوتا ہے اور نہ ہی کسی مَلک مقرب کو۔ (روح البیان، ج:۳، ص:۲۱۰)

رسول خدا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "لی مع اللہ وقت لایسمع فیہ مَلك مقرب ولانبی مرسل"۔ (روح البیان ج:۱۱، ص:۴۳۶) میرا اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے نہ اس وقت کسی فرشتے کی گنجائش ہے، نہ کسی نبی مرسل کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا "جددوا ایمانکم" اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہو۔ "قیل یارسول اللہ کیف نجدد ایماننا" عرض کیا گیا یارسول اللہ! اپنے ایمان کو کیسے تازہ کیا کریں؟ "قال اکثروا من قول لاالہ الااللہ" لاالہ الااللہ کثرت سے کیا کرو۔ (جمع الفوائد)

رسول خدا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "لکل شیء صقالة و صقالة القلب لاالہ الااللہ" ہر چیز کی پالش اور جلا ہے اور قلب کی پالش لاالہ الااللہ ہے۔ (ابن ماجہ)

تمام انبیا ورسل ہمیشہ اسی لاالہ الااللہ کی پناہ تجلی میں رہے، خاصان خدا بھی اسی تجلی کو سانسوں میں بسائے رہتے ہیں،

جب زندگی ذکر الٰہی کے لیے وقف ہو جاتی ہے تو ہر لمحہ جاں سوز امتحانات و آزمائش کے سیلاب ہی میں صوفی کو راحت میسر ہوتی ہے۔ رضائے الٰہی کی آرزو اور تڑپ کی شدت میں کبھی یہ احساس حاشیۂ خیال ہی میں نہ آیا کہ جنت کیا ہے دوزخ کیا ہے؟

صاحب مکتوبات صدی لکھتے ہیں:

جس وقت حضرت خواجہ ممشاد دینوری قدس اللہ سرہٗ کا انتقال ہونے لگا تو ایک مرید نے دعا کی ''یا اللہ تعالیٰ! میرے پیر خواجہ ممشاد کی مغفرت کیجیو اور بہشت بریں میں جگہ دیجیو'' آپ نے فوراً آنکھ کھول دی اور غضبناک ہو کر فرمایا ''کیا واہیات خرافات بک رہے ہو تیس برس سے برابر کہا جا رہا ہے کہ یہ دیکھو بہشت ہے پسند کرتے ہو مگر ہم نظر اٹھا کر بھی ادھر نہیں دیکھتے یہ بھی کوئی دعا میں دعا ہے۔ (ص:۲۰۳)

حضور صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر ''خزائن العرفان'' میں فرماتے ہیں ''ترمذی کی حدیث میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں نہ بتاؤں وہ عمل جو تمہارے اعمال میں بہتر اور رب کے نزدیک پاکیزہ تر نہایت بلند مرتبہ اور تمہارے لیے سونا چاندی دینے سے بہتر اور جہاد میں لڑنے اور مارے جانے سے بہتر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: بے شک یا رسول اللہ! فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے''۔

ترمذی ہی کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کن بندوں کا درجہ افضل ہے؟ فرمایا: بکثرت ذکر کرنے والوں کا۔ صحابہ نے عرض کیا: اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا؟ فرمایا: اگر وہ اپنی تلوار سے کفار و مشرکین کو یہاں تک مارے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون میں رنگ جائے جب بھی ذاکرین ہی کا درجہ اس سے بلند ہے۔ (ص:۵۸۲)

خزائن العرفان میں ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کہ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے کہ ذکر الٰہی سے ان کے بال کھڑے ہوتے ہیں، جسم لرزتے ہیں اور دل بے چین پاتے ہیں۔ (ص:۶۶۷)

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون'' اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔ (مسند احمد، ج:۳، ص:۶۸، صحیح ابن حبان، ج:۳، ص:۹۹)

ذکر بالجہر ہو یا خفی، رنگ تصوف کا مرکزی مشغلہ ہے، یہ صفت دنیا کے تمام صوفیوں میں پائی جاتی ہے، ذکر بالجہر کے اصل و قاعدہ کا مشکل ترین درس موجود ہے، دیوانگانِ طریقت کے سامنے اس کے انداز و کوائف بے شمار ہیں۔ ان کا نہ کوئی وقت متعین ہوتا ہے اور نہ ہی تعداد و مقدار جس وقت صوفی عشق و محبت میں بے قابو و مضطرب ہوتا ہے اور جذب و بے خودی کی کیفیت طاری ہوتی ہے، ذکر و ضرب میں مصروف ہو جاتا ہے، بے قراری و ہیجان کی یہ علامت تصوف کی جان ہے۔ ایسی ایسی

آوازوں کا استخراج ہوتا ہے کہ عام سامعین اس کی تاب نہیں لاسکتے۔ذکر کی گہرائیوں کا تاثر رکھنے والے بھی وجد میں آجاتے ہیں، وفور شوق میں دل دھڑکنے لگتا ہے، جہاں جہاں تک آواز جاتی ہے فضائیں معطر ہو جاتی ہیں، خیر و برکت کا نزول ہونے لگتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''کہ ایک آدمی بلند آواز سے ذکر کیا کرتا تھا ایک شخص نے کہا یہ آدمی اپنی آواز پست رکھتا (تو بہتر تھا) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا وہ مست ہے'' راوی کہتے ہیں وہ شخص انتقال کر گیا پس ایک شخص اس کی قبر پر روشنی دیکھ کر اس کے قریب آیا۔حضور اکرم ﷺ وہاں پہلے سے موجود تھے، آپ نے ارشاد فرمایا: اپنے اسی ساتھی کی طرف آؤ جو بلند آواز سے ذکر کیا کرتا تھا۔(مستدرک للحاکم، ج:۱،ص: ۶۲۲،بحوالہ ماہنامہ ''پیغام شریعت'' جنوری ۲۰۱۸ء ترجمہ مولانا کوثر امام قادری)

عشق و محبت میں مست و بے خود کے مشغلۂ ذکر جہری کو رسول خدا ﷺ نے اس قدر سراہا اور پسند فرمایا کہ اس کی قبر پر دعائے خیر کے لیے تشریف لے گئے۔

سیدنا ذوالنون مصری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں نے جبل لکام پر ایک حسین و جمیل اور شیریں زبان نوجوان کو دیکھا جو محبت و عشق سے جل کر سوکھ گیا تھا، میں نے اسے السلام علیکم کہا، وہ سلام کا جواب دے کر مجھے جھانک کر کہنے لگا تین اشعار کے طور پر۔ترجمہ درج ذیل ہے:

(۱) میری آنکھیں دنیا اور اس کی زینت سے اندھی ہوگئیں بس تو اور میری روح تجھ سے جدا ہونے والے نہیں۔

(۲) جب میں تجھے یاد کرتا ہوں تو میری آنکھیں آنسو بہاتی ہیں جو لگا تار اول رات سے صبح تک جاری رہتی ہیں۔

(۳) اور نہ ہی میری آنکھیں نیند سے بند ہوتی ہیں اس طرح میں گویا تجھے اپنی آنکھوں میں بٹھا کر دیکھتا رہتا ہوں۔

حضرت ذوالنون مصری قدس سرہٗ نے فرمایا ''میں نے اس سے پوچھا وہ کون ہے جس کی محبت میں تو دنیا سے علاحدہ ہوگیا، دوستوں سے دور جنگلوں میں اور ویرانوں میں حیران پھرتا ہے اور پہاڑوں میں بسیرا کر لیا'' جواب دیا کہ میرا وہی محبوب ہے جس نے مجھے حیران کر ڈالا اور اس کے شوق نے مجھے اس طرح بنا دیا اور اس کے عشق نے مجھے تنہا کر ڈالا''۔اس نے کہا ''اے ذوالنون! تمہیں پاگلوں کی باتیں بھلی لگتی ہیں''، میں نے کہا بخدا آپ کی باتوں نے مجھے نڈھال کر دیا، اس کے بعد وہ غائب ہوگیا نہ جانے کہاں گیا۔(روح البیان، ج:۱۱،ص:۱۳۱-۱۳۲)

پھر عرض کرتا ہوں کہ عظمت تصوف نے یہ کبھی سوچا بھی نہ ہوگا کہ انبیاء و رسل، صحابہ کرام حضرت اویس قرنی اور خاصانِ الٰہی کی خدمات متصوفانہ پر ایک ایسا دور گذرے گا کہ جب بعض جماعتوں اور تنظیموں کے افراد پر صدائے ذکر و ضرب بھی ناگوار محسوس ہونے لگے گی۔کشف المحجوب میں ہے:

''من سمع صوت اهل التصوف فلا يومن على دعائهم كتب عند الله من الغافلين۔''

ترجمہ : جوصوفیا کی آواز سنے اوران کی دعا پر آمین نہ کہے تو وہ اللہ کے نزدیک غافلوں میں شمار ہوگا۔(ص:۶۳)
نہ جانے کتنی تنظیموں اور جماعتوں کے افراد کو ایسی آوازیں ناگوار محسوس گزرتی ہیں اور نہ جانے کتنے دینی اداروں میں ایسی آوازوں پر پابندیاں عائد ہیں۔جب کہ بعض مشائخ نے کہا کہ ’’جس طرح تم حسن کلام سیکھتے ہو اسی طرح حسن سماعت بھی سیکھو‘‘۔(مجمع السلوک، جلد دوم،ص:۱۴۷)

تصوف کی آواز حق کی آواز ہے،نور الٰہی کی آواز ہے، خانقاہوں، مسجدوں اور آستانوں میں روز ازل سے ھو الحق اور اللہ کی صدائیں گونج رہی ہیں،صوفیوں کی خانقاہیں اس روحانی معمول سے ہمیشہ آباد رہتی ہیں۔

حدیث نبوی ہے:

اعوذبك من علم لاینفع۔

ترجمہ : اے خدا! میں پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ پہنچائے۔

شیخ المشائخ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو،ایک غافل علما سے،دوسرے مداہنت کرنے والے فقرا سے، تیسرے جاہل صوفیا سے،غافل علما وہ ہیں جنہوں نے دنیا کو اپنے دل کا قبلہ بنا رکھا ہے اور شریعت میں آسانی کے متلاشی رہتے ہیں۔(کشف المحجوب،ص:۴۷)

راقم حقیر عرض کرتا ہے، جو جاہل ہے وہ صوفی ہو ہی نہیں سکتا۔کسی بزرگ کا قول ہے:

’’من تفقه ولم یتصوف فقد تفسق و من تصوف ولم یتفقه فقد یزندق ومن جمع بینهما فقد تحقق۔‘‘

ترجمہ : جس نے تفقہ حاصل کیا اور صوفیوں کی عادت نہیں اختیار کی وہ درستگی کے راستے سے ہٹ گیا اور جو صوفی بنا مگر تفقہ حاصل نہیں کیا تو زندیق ہوگیا اور جس نے دونوں باتیں جمع کیں تو وہ صحیح راستے پر ہوا۔(ضروریاتِ ایمان از مولانا سلیم الدین جیبی،ص:۱۹۹)

’’بیعت وارادت‘‘،ص:۳۰۲ پر لکھا ہے’’جب تسبیح وتہلیل حمام میں بلند آواز سے جائز ہے تو گھروں میں مسجدوں میں اور پرسکون گوشۂ تنہائی میں جائز بدرجہ اولیٰ ثابت ہے۔‘‘مگر دینی اداروں میں ذکر سے پرہیز کیا گیا جہاں ذکر وضرب کے لیے کوئی گنجائش نہیں، جب کہ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ’’اتنی کثرت سے ذکر الٰہی کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں‘‘ کیا اس دیوانگی کا شرف مدرسوں میں نہیں حاصل کیا جاسکتا،تقریباً ہر مدرسہ میں چند طلبہ تصوف نواز مزاج کے ضرور ہوتے ہیں، جو طریقت وارادت سے گہرا تعلق رکھتے ہیں، اگر یہ کبھی اپنے وفور شوق اور ہیجانی کیفیت کے سبب کسی جگہ چند لمحوں کے لیے ذکر وضرب کی آواز بلند کریں تو اعتراض ونصیحت کی بوچھار ہونے لگتی ہے کہ یہ جگہ تعلیم وتربیت کی ہے، جب تعلیم مکمل کر کے

یہاں سے رخصت ہو جانا تو تصوف کا اظہار کرنا۔عرض ہے کہ میں ایک مدرسہ میں زیر تعلیم تھا میری جماعت میں ایک صوفی طالب علم بھی تھے، انتہائی خلیق اور کم سخن، مدرسہ کے ناظم اعلیٰ نے انہیں ایک کام سونپا جسے وہ بخوبی انجام نہیں دے پائے، ناظم اعلیٰ نے بڑے سخت لہجے میں فرمایا: یہاں مجھے مجاہدوں کی ضرورت ہے،صوفیوں کی نہیں۔

اس حقیقت کا ذکر ہر جگہ موجود ہے کہ سو سال قبل سارے ہندوستان میں مروجہ دینی مدارس کا کہیں پتہ نہیں تھا،سیکڑوں برسوں تک صرف خانقاہوں،شاہی مسجدوں اور گھروں ہی میں تعلیمات اسلامیہ کا سلسلہ جاری تھا،ایک سے ایک علماو مفتی اسی دور کی یادگار ہیں، جن سے آج زمانہ استفادہ کر رہا ہے پھر دھیرے دھیرے ماشاء اللہ ہر طرف مدارس کی عمارتیں تعمیر ہونے لگیں۔ یہ وہ ماحول تھا جب عرصۂ دراز تک تعلیمی اداروں پر تصوف کا غلبہ تھا، بیشتر اساتذۂ کرام قناعت نواز اور صاحب وجد و کیف ہوتے، محفل سماع میں شرکت فرماتے اور گاہ بہ گاہ درس گاہ میں عظمتِ تصوف وصوفیت کے موضوع پر ایسی رقت آمیز تشریح فرماتے کہ طلبہ کی آنکھیں تر ہو جاتیں۔

روح البیان میں درج ہے کہ جو بھی متکبر اور سرکش ہو ذکر الٰہی سے روکے وہ شیطان ہے خواہ وہ جن ہو یا انسان—— (جلد:۱،ص:۱۸)

اذیت و بلا، خدا کی نعمت :

ذکر الٰہی اور مجاہدۂ نفس کے حقائق و معمولات سمندر کی جھاگ کی مانند ہیں، ہر صوفی کی زندگی مجاہدات ومشکلات کی روشنی میں ڈوبی رہتی ہے، یہ حقیقت ہر دم آگاہ کرتی ہے کہ خشیت الٰہی اور عشق سرور عالم کے راستے میں راحت و آرام اور عیش و مسرت کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ دنیا طلبی اور ہوس کا ہلکا سا رجحان، روح تصوف کو مجروح کر دیتا ہے، ہزار مال و زر اور جاگیر داری کے باوجود دنیاوی راحت کو کبھی استقرار نہیں جہاں ہر لمحہ بے شمار امراض، حادثات و سانحات، بلائے ناگہانی اور رحلت و موت کا سلسلہ جاری ہو، وہ کتنی دیر آفتوں سے غافل رہ سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت پیغمبر اسلام ﷺ مسجد کی عمارت بنانے کے لیے اینٹیں اٹھا رہے تھے اور ہم دیکھ رہے تھے کہ اس سے حضور اقدس ﷺ کو تکلیف ہو رہی ہے۔ میں نے عرض کیا ’’یارسول اللہ! ﷺ یہ اینٹیں ہمیں دیجیے آپ کے بدلے ہم اٹھائیں گے‘‘ آپ نے فرمایا:

”یا اباھریرۃ خذ غیرھا فانہ لا عیش الا عیش الاٰخرۃ“

ترجمہ : اے ابوہریرہ! تم دوسری اینٹیں اٹھاؤ یہاں کوئی آرام نہیں آرام تو آخرت میں ہے—— (مکتوبات صدی، ص:۵۰۸)

سرزمین دنیا نے سب سے پہلے غیرت و ندامت، رنج والم اور توبہ واستغفار ہی کا منظر دیکھا یہی چیزیں نسل آدم کے لیے سب سے بڑی نعمت ثابت ہوئیں، اسی نعمت میں اظہار بندگی کا عطیہ اور معرفت حق کا خزانہ پوشیدہ ہے۔ شیطان نے

حضرت آدم (علیہ السلام) کو اچھی اچھی مگر جھوٹی خبریں دے کر اور جھوٹی قسم کھا کر بہکا دیا، جنت میں آپ سے لغزش ہوگئی ”عَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی“ (آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی)۔۔۔ (کنزالایمان) آپ جنت سے زمین پر اتار دیئے گیے، بہشتی لباس اور خلعت خلافت چھین لی گئی، آپ بالکل برہنہ ہوگیے، جنت میں پورے اہتمام سے رہنے والے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر غیرت وندامت کے آنسو بہانے لگے۔ رب تعالیٰ کی ہدایت وحکم سے تین بڑے پتوں سے ستر کو چھپایا، ہمہ دم توبہ واستغفار اور اشکباری میں مصروف ہوئے۔ ”رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا“ (اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا) اس احساس نے حضرت آدم کو برسوں بے قرار رکھا۔ تین سو برس تک روتے رہے، خطا ولغزش سے نجات پانے کے لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیا۔ دریائے رحمت خداوندی جوش میں آیا اور درجۂ اصفیا عطا کیا گیا ”اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ“ (آل عمران) بے شک اللہ نے چن لیا آدم کو“ گویا تصفیہ کامل ہوا اظہار شرم و حیا اور مشغلۂ استغفار، تحفۂ تصوف میں تبدیل ہوا، آپ صوفی باصفا بن گئے، مسلسل توبہ واستغفار، ذکر الٰہی اور مجاہدۂ نفس کی اصل حضرت آدم علیہ السلام ہی سے ہے، آپ سے لغزش جنت میں ہوئی، دنیا میں جلیل القدر اور پیغمبر کی حیثیت سے زندگی گزاری، مکہ مکرمہ میں حضرت آدم علیہ السلام ہی نے سب سے پہلے خانۂ خدا کی بنیاد رکھی، اسی تعمیر کو دنیا کی سب سے پہلی خانقاہ سے تعبیر کیا گیا، جس کی تقلید ساری دنیا میں رنگ لائی، عبادت وریاضت اور تبلیغ حق کے لیے ساری دنیا میں خانقاہیں قائم ہوئیں اور یہی انداز متصوفانہ یعنی مشغلۂ توبہ واستغفار، ذکر الٰہی واشکباری، صبر وتوکل اور دنیا بیزاری کا جذبہ سبھی میں منتقل ہوتا رہا۔ معجزات و کمالات اور دعوت حق کے آئینے میں آزمائش وامتحانات کی ہر منزل سے گزرے، انبیائے کرام کو لمبی لمبی عمریں عطا ہوئیں، مگر رنگ تصوف کو فروغ دینے اور رنج وصعوبت کو گلے لگانے میں ایک لمحہ بھی بے کار نہ ہونے دیا ان نفوس قدسیہ (علیہم السلام) کی پاکیزہ ومعصوم زندگی ہر دور کے لیے مشعل راہ اور ہر زمانے کے لیے شمع ہدایت بنی۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو اسلام کی معراج ہوئی اس عہد زریں سے بڑھ کر کوئی زمانہ نہیں۔ آپ ہی کے صدقے میں دنیا وجود میں آئی، آپ نہ پیدا کئے جاتے تو کچھ نہ پیدا کیا جاتا۔ ہزاروں برسوں کے بعد ایمان کی تکمیل ہوئی ”اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ“ (المائدۃ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی آخر الزماں خاتم المرسلین اور رحمۃ للعالمین ہیں، معراج کے دولہا ہیں، آپ کے عہد زریں میں تمام روحانی، تعلیمی اور اخلاقی قدروں کو آخری منزل ملی۔ حدیث نبوی ہے ”سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، اس کے بعد وہ زمانہ جو اس سے متصل ہے پھر وہ جو اس کے بعد آئے گا۔۔۔ (کشف المحجوب، ص: ۱۳۳)

جملہ انبیائے کرام کے تمام کمالات ومحاسن، تجلیات معجزات اور دینی خدمات نے آپ کی بارگاہ میں سر جھکائے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار تصوف اور شعاع صوفیانہ سے ساری دنیا جگمگا اٹھی آپ نے وحی ومعجزات، الہام والقا اور علم لدنی کی روشنی میں تصوف کے تمام اسرار ورموز، انعامات واکرام اور عطیات روحانی تقسیم کیے، پیغمبری وتصوف کی راہ میں

آپ نے بے شمار مصیبتوں اور صعوبتوں کا سامنا کیا،حق پرستی اور مجاہدۂ نفس کی آزمائش آلام ومصائب ہی کے تحفوں کے درمیان ہوتی ہے۔نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

نحن معاشر الانبیاء اشد الناس بلاء

ترجمہ : ہم گروہ انبیا تمام لوگوں کی نسبت آزمائش میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔

مزید ارشاد فرمایا:

اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الاولیاء ثم الامثل فالامثل۔(کشف المحجوب،ص:۵۵۵)

ترجمہ : سب سے زیادہ مصیبت میں انبیا ہوتے ہیں، پھر اولیا، پھر وہ لوگ جو زیادہ بزرگ ہوتے ہیں، پھر ان کی طرح بزرگ ہوتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

کوئی نبی ایسی اذیت میں نہیں ڈالا گیا جیسی میں نے اذیت اٹھائی ہے۔(مکتوبات صدی ،ص:۵۳۳)

مکتوبات صدی میں ہے کہ ’’بارگاہ خداوندی کے عدل کا خوف آپ (ﷺ) کے دل مبارک پر اس قدر غالب تھا کہ اگر اس کا ایک ذرہ سات آسمان وزمین پر تقسیم کردیا جائے تو سارے عالم میں ذرہ برابر خوشی وشادمانی باقی نہ رہ جائے۔(ص:۵۳۲)

خاصان خدا نے اس خوف عدل کی تجلیوں کے سوا اور کچھ نہ جانا، کرم نوازئ رسالت کا سایہ سر کو ملا تو فقر وفاقہ اور ایثار ومصائب کے سنگلاخ راستوں میں راحت وسکون کا تحفہ ملنے لگا، اس تحفے کا استقبال کرنے اور اس کی روشنی کو دل میں بسانے والوں کی تعداد ہر طرف نظر آنے لگی۔مدینہ منورہ میں صفہ نام کا ایک بڑا چبوترہ (نشست گاہ) تھا، جس پر بندگانِ الٰہی برسوں سے ہمہ دم ذکر الٰہی اور عبادت ووظائف میں مشغول رہتے، جو اصحاف صفہ کے نام سے مشہور ہوئے، اس جائے عبادت کو بھی دنیا کی قدیم ترین خانقاہ تصور کیا جاتا ہے۔’’تفسیر خزائن العرفان‘‘ میں ہے کہ ان حضرات (اصحاب صفہ) کی تعداد چارسو کے قریب تھی، یہ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے، نہ یہاں ان کا کوئی مکان تھا، نہ قبیلہ کنبہ، نہ ان حضرات نے شادی کی تھی، ان کے تمام اوقات عبادت میں صرف ہوا کرتے۔‘‘اصحاب صفہ رسم وراہ نبھانے سے دور رہتے، ہر وقت اپنے حال میں مست رہنے کا غلبہ حاوی رہتا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں’’ایک دن رسول اللہ ﷺ کا گزر اصحاب صفہ کی طرف ہوا اور آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ فقر وفاقہ ومجاہدہ کے باوجود خوش وخرم ہیں۔آپ ﷺ نے ان سے فرمایا’’اے اصحاب صفہ! تم کو اور میری امت کے ہر اس شخص کو جو تمہاری صف پر خوش دلی سے قائم ہو بشارت دی گئی ہے کہ تم جنت میں میرے رفقا ہوگے‘‘۔کشف المحجوب،ص:۱۳۰)

حضور سرورعالم ﷺ جو کچھ ماحضر اپنے پاس رکھتے ان کو بھجوا دیتے اور اپنے گھر والوں سے فرماتے’’لا اعطیکم وادع اصحاب الصفۃ تطوی بطونھم من الجوع‘‘، میں تمہیں نہیں دیتا کیوں کہ میں اصحاب صفہ کو اس حال میں کیسے چھوڑ دوں جب کہ وہ خالی پیٹ ہوں۔(ص:۱۷۱)

طلب معیشت کو چھوڑ کر صرف عبادت اور اطاعت میں مصروف رہتے ،صاحب روح البیان کے مطابق رسول خدا ﷺ دودھ اور کھجور سے بھی تواضع فرمایا کرتے ۔

عہد رسالت مآب ﷺ میں مقام قرن کے رہنے والے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ بزرگی وتصوف کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے،روحانی درجات وکمالات اورحب رسالت مآب نے انہیں سید الطائفہ اور امیر الاصفیاء بنادیا۔رسول خدا ﷺ خصوصی نظرعنایت فرماتے اور بندۂ خاص ہونے کا اظہار فرمایا کہ ’’قرن میں ایک اویس نامی مرد خدا ہے،جس کی شفاعت سے قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کے بھیڑوں کے بالوں کے برابر میری امت جنت میں داخل ہوگی‘‘۔۔۔(کشف المجوب،ص:۱۳۳)

اپنی کی والدۂ ماجدہ کی مسلسل خدمت و تیمارداری اور ہمہ دم جذب و وجدان کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت وصحبت سے محروم رہے،سرکار دوعالم کے حکم پر آپ سے ملاقات ومزاج پرسی کے لیے حضرت عمر فاروق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما تشریف لے گیے،دریافت کرنے پر جب یہ حضرات آپ کے قریب پہنچے تو آپ نماز میں مصروف تھے۔ رنگ تصوف میں ڈوبی آپ کی عظمتوں اور جسم پر چیتھڑوں کو دیکھ کر متحیر رہ گئے،سارا وجود سوز عشق میں جل رہا تھا،حضرت اویس قرنی جیسے دیوانۂ رسول کی تجلیٔ عشق ساری دنیا میں پھیلی،نماز سے فارغ ہونے پر ان حضرات نے سلام عقیدت پیش کیا اور امت مرحومہ کے حق میں دعائے خیر کے طالب ہوئے۔کچھ دیر یہ دونوں حضرات پاس بیٹھے رہے پھر حضرت اویس قرنی نے فرمایا’’آپ نے بڑی زحمت فرمائی،اب جائیے قیامت نزدیک ہے‘‘۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو علم لدنی،الہام والقا اور عطائے خداوندی کی تجلیاں ساری زندگی نوازتی رہیں،آلام و مصائب اور فاقہ کشی کی ہر منزل سے گزرے۔مکتوبات صدی میں ہے حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

’’لوبکی المحزون من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لرحم اللہ الامۃ ببکائہ‘‘۔

ترجمہ : اگر حضرت محمد ﷺ کی امت میں سے کوئی شخص روتا ہے اضطراب کی حالت میں تو اللہ تعالیٰ اس کے رونے کی وجہ سے ساری امت پر رحم فرماتا ہے۔۔۔(ص:۵۱۷)

تمام صحابۂ کرام نے انتہائی عشق ومحبت،گریہ وزاری اور فاقہ وصوف کے آئینے میں زندگی گزاری،ہر طرف جذب خیر، صبر وتحمل اور حسنِ اخلاق کے چراغ روشن کئے،عہد صحابہ کے بعد خاصانِ خدا اور عاشقانِ رسول سرزمین عرب سے نکل کر ساری دنیا میں پھیلے۔مسلم بادشاہوں نے اگر ہمت مردانہ اور باطن شکن جذبے کے ساتھ ملکوں کو فتح کیا تو صوفیوں اور ولیوں نے مسلمانوں کا دل مسخر کرنے اور کافروں کو مشرف بہ اسلام کرنے کا فریضہ نبھایا۔رشد وہدایت اور روحانی سرگرمیوں کا یہ درس صوفیوں کے سوا اور دے بھی کون سکتا ہے؟ عدل خداوندی کو سوچ کر اصفیا تھراتے ہیں کہ دنیا فانی ہے، دار بےثبات ہے، مٹ جانے والی ہے، فانی دنیا میں حرص وہوس اور عیش وعشرت کے جال میں پھنس کر کامیابی نہیں ملتی، دنیا بیزاری اور آلام ومصائب کی تلخیوں کو برداشت

کرنے پر نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔اصفیائے کرام آسانیوں کی طرف کبھی مڑ کر نہیں دیکھتے کہ تجلیات الٰہی کے سوا کچھ نظر آتا ہی نہیں۔ ذاکر وعابد کی اہمیت وعظمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے کہ رب کریم ان کے خستہ و بوسیدہ دامن میں اپنے انعام ورضا کا خزانہ انڈیل دیتا ہے۔ یہ نفوس قدسیہ شرعی زندگی کالطف، خرقہ پوشی، فاقہ کشی، نفس کشی، لذت بیزاری اور بے سروسامانی کے عالم میں اٹھاتے ہیں۔

یوسف بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”صابر وہ نہیں کہ مصیبت کے کڑوے گھونٹ پی کر کراہت کا اظہار کرے، بلکہ صابر وہ ہے جو صبر کرکے لذت پائے، یہاں تک کہ مقام رضا تک رسائی نصیب ہو — (روح البیان، ج: ۱۲،ص: ۵۰۷)

حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ”میری امت کے ابدال صوم وصلوٰۃ اور قیام لیل کی وجہ سے بہشت میں نہیں جائیں گے، بلکہ نفس کی سخا اور سلامت صور اور اہل اسلام کی خیر خواہی کی وجہ سے جائیں گے — (روح البیان، ج: ۳،ص: ۵۴۷)

صاحب روح البیان فرماتے ہیں ”امانت کے دوسرے مرتبے کا نام عشق ومحبت ہے، دراصل یہ انجذاب الٰہی ہے جسے امانت اولیٰ کا ثمرہ کہا جاتا ہے، اسی عشق کی وجہ سے انسان کو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے، اس لیے کہ اگرچہ ملائکہ کو درجۂ محبت نصیب ہوا لیکن ان کی محبت وعشق بلا محنت وتکالیف شاقہ پر مبنی نہیں، بخلاف انسان کے عشق ومحبت کے وہ مسمّٰی بر تکالیف شاقہ ہے اور قاعدہ ہے کہ ترقی تکالیف اور شاق وبلایا پر موقوف ہے — (ص: ۲۵۷)

”المخلصون علی خطر عظیم“ مخلص حضرات بڑے خطرے میں ہیں۔ فرماتے ہیں ”اذا ذھب العتاب فلیس ود و یبقی الود مایبقی العتاب“۔ ”جب عتاب نہیں تو محبت بھی نہیں رہی اور جب تک محبت (دوستی) باقی ہے عتاب بھی باقی ہے“۔ عشق حقیقی کی لذت محسوس کرنے والوں کے لیے راحت وآرام کہاں۔ عشق وعتاب لازم وملزوم ہیں۔ کثرت عشق، کثرتِ عتاب کی ضامن ہے، عتاب وفور عشق کو متاثر نہیں کر پاتا، تاکہ اس کے زندہ وبیدار رہنے کے لیے عتاب کی موجودگی ضروری ہے، ایسی نعمتیں صرف اصفیائے کرام ہی کو مل پاتی ہیں، اسی جماعت نے رموز عشق کے سمندروں کو کھنگالا ہے، جن کی بابت ارشاد فرمایا گیا ”ابدانھم فی الدنیا وقلوبھم فی العقبیٰ“ ان کے جسم دنیا میں اور ان کے دل عقبیٰ میں۔

اجازت اسلام کی روشنی میں ہر مثبت ومستحسن فعل وعمل ہمارے لیے امانت ہے، جائز وحلال، مباح وحیلہ اور بے شمار مراعات وتاویلات کی بنیاد پر لذیذ کھانا کھانے، بہترین لباس پہننے، پختہ مکان میں رہنے، خوب دھن کمانے، ذخیرۂ سیم وزر جمع کرنے اور زیادہ سے زیادہ چندہ حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں کہ ادائے گی زکوٰۃ اور اہتمام جواز اگر قلب ونظر کو سلامت رکھ سکے ورنہ ”الدنیا سجن للمومن“ (حدیث) کے راز صوفیوں سے بڑھ کر اور کون سمجھ سکتا ہے۔ صاحب مکتوبات صدی فرماتے ”حلال چیزوں میں زیادتی کرنا بھی عابدوں کے لیے آفت اور مجاہدوں کے لیے بلا ہے۔ کیوں کہ زیادہ کھانا دل کو سخت کرتا اور اس کے نور کو بجھا دیتا ہے اور علم وعقل کو کم کرتا ہے، پُر خوری سے طبیعت مضمحل ہو جاتی ہے، خواجہ سلیمان دارانی رحمۃ اللہ نے کہا ہے ”اگر تم چاہتے ہو کہ دینی یا دنیاوی ضرورتوں میں مشغول ہو جب تک اس سے فارغ نہ ہو جاؤ کچھ نہ کھاؤ، کیوں کہ غذا عقل کو باطل

کرتی ہے اور زیادہ کھانا تمام اعضا کے لیے فتنہ وفساد کا باعث ہے۔

ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ’’پیٹ ایسا عضو ہے کہ اگر وہ خالی ہے تو تمام اعضا گناہوں سے سیر ہوں گے اور اگر وہ سیر ہوگا تو تمام اعضا گناہوں کے بھوکے ہوں گے۔— (ص:۵۰۹)

حضرت ہرم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ’’مجھے فرمایئے کہ میں کس علاقے میں رہوں‘‘۔آپ نے فرمایا ’’شام کے ملک میں‘‘ عرض کیا ’’وہاں رزق کا کیا بنے گا؟‘‘ آپ نے فرمایا ’’ایسے قلوب پر افسوس جن پر شک وشبہ کا داغ ہے، جب تمہارا یہ حال ہے تو پھر وعظ ونصیحت بے سود ہے، اس لیے کہ واعظ ایک شکاری باز ہے وہ صرف زندہ جانور کو پکڑتا ہے، جس دل میں شک ہے وہ مردہ ہے، اسے وعظ ونصیحت کوئی فائدہ نہ دے گا— (روح البیان، ج:۱۱،ص:۱۶۹)

❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊

شرح اشتہار

سہ ماہی مجلہ المجیب

دنیائے صحافت کا مقبول عام سہ ماہی مجلہ ’’المجیب‘‘ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کا ترجمان— ایک دینی، علمی وادبی مجلہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ملک وبیرون ملک ہر جگہ اس رسالہ کو کی غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی ہے۔ یہ رسالہ علماء، ادباء، معلمین و متعلمین، افسران وعہدہ داران بلکہ ہر خاص وعام کے ذوق مطالعہ میں رہتا ہے— اور ہر طبقہ وجماعت کے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

لہٰذا باذوق تاجرین اور تنظیم وتحریک کے مالکان سے پرخلوص گذارش ہے کہ اس مقبول ترین رسالہ میں اپنا اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں— اور اپنے نام وپتہ کے ساتھ پیشگی رقم ارسال فرمائیں۔ اشتہارات کی تفصیل حسب ذیل ہے :

ملٹی کلر اشتہار

پشت سرورق	مکمل صفحہ	5,000/-	نصف صفحہ	2,500/-	چوتھائی صفحہ	1,250/-
اندرون سرورق	مکمل صفحہ	4,000/-	نصف صفحہ	2,000/-	چوتھائی صفحہ	1,000/-

سادہ اشتہار

اندرون مجلہ	مکمل صفحہ	3,000/-	نصف صفحہ	1,500/-	چوتھائی صفحہ	750/-

خواہش مند حضرات اپنے اشتہارات کے ساتھ پیشگی رقم کا چیک یا ڈرافٹ ادارہ کو پہلی فرصت میں مرحمت فرمائیں تاکہ ان کے آرڈر کو حتمی شکل دی جاسکے۔ چیک یا ڈرافٹ کے ذریعہ رقم ارسال کرتے وقت صرف **"DARULESHA'AT"** تحریر کریں۔

خواتین کی ملازمت
اوراس سے خاندان پر پڑنے والے اثرات

● مولانا نورالحق رحمانی — استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف

اس سوال کے جواب سے قبل چند چیزیں بطورتمہید کے عرض کی جاتی ہیں:

(۱) یہ اسلام کا عورتوں پر عظیم احسان ہے کہ اس نے خواتین کو فکر معاش سے آزاد رکھا ہے۔شادی سے قبل ان کا نفقہ باپ پر ہے اورشادی کے بعد جب وہ اپنے شوہر کے گھر منتقل ہوجائے تو پھراس کی معاشی کفالت شوہر کے سر آجاتی ہے۔اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ط —(البقرۃ:۲۳۳)

ترجمہ : اور جن کے بچے ہیں (یعنی شوہر) ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو دستور کے مطابق ہو۔

صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں:

ونفقة الأولاد الصغار على الأب لايشاركه فيها أحد كما لايشاركه في نفقة الزوجة لقوله تعالیٰ: وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ والمولود له هو الأب —(الهداية جلد دوم، باب النفقة)

ترجمہ : نابالغ اولاد کا نفقہ باپ پر ہے،اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے جیسا کہ بیوی کے نفقہ میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مولود لہ یعنی باپ پر ان دودھ پلانے والی عورتوں کا نفقہ ہے۔

شادی کے بعد اگر شوہر اسے طلاق دے دے تو عدت گذرنے کے بعد اس کا نفقہ باپ پر لوٹ آتا ہے۔

إن المرأة اذا طلقت وانقضت عدتها عادت نفقتها على الأب —(فتح القدیر: ۲۱۷/۴)

نیل الاوطار کی شرح میں ہے:

وتقطع النفقة على الذكر بالبلوغ وعن الأنثى بالتزوج.... وان طلقت رجعت نفقتها على أبيها –(شرح نيل الاوطار ۱۵/ ۱۲)

ترجمہ : لڑکے کا نفقہ بالغ ہونے پر اور لڑکی کا نفقہ شادی ہوجانے کے بعد ختم ہوجائے گا...... اور اگر لڑکی کو طلاق پڑجائے تو باپ پر ان کا نفقہ لوٹ آئے گا۔

بیوی کے نفقہ کے بارے میں صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں:

النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت أو كافرة إذا سلمت نفسها إلى منزله فعليه نفقتها و كسوتها وسكناها، والأصل في ذلك قوله تعالىٰ: لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ط وقوله تعالىٰ: وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وقوله عليه السلام في حجة الوداع: ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف، ولأن النفقة جزاء الاحتباس وكل من كان محبوسا بحق مقصود لغيره كانت نفقته عليه، اصله القاضي والعامل في الصدقات–(الهداية ۲/ ۴۱۷ باب النفقة)

ترجمہ : بیوی کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافرہ (یعنی یہودیہ یا نصرانیہ) جب کہ وہ رخصت ہوکر اپنے شوہر کے گھر چلی آئے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کردے تو اس کے نفقہ، کپڑا اور رہائش کی ذمہ داری شوہر پر ہے اور اس سلسلے میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے بقدر خرچ کرے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ باپ پر دودھ پلانے والی عورتوں کا رزق اور کپڑا عرف کے مطابق واجب ہے اور نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: اور تمہاری بیویوں کا کھانا اور کپڑا عرف کے مطابق تم پر واجب ہے اور اس لیے کہ نفقہ اپنے اوقات کو شوہر کے مصالح کے لیے محبوس کرلینے کا بدلہ ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی دوسرے کے حق کی وجہ سے محبوس ہو اس کا نفقہ اس پر واجب ہوگا، اس کی اصل قاضی اور صدقات کی وصولی کے لیے کام کرنے والا ہے۔

(۲) اسلامی شریعت نے خواتین کو پردہ کا پابند بنایا ہے اور انہیں گھر کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى –(الأحزاب/۳۳)

ترجمہ : اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور اگلے دور جاہلیت کی طرح زیب و زینت کا اظہار نہ کرتی پھرو۔

علامہ ابوبکر جصاص رازی اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

وفيه الدلالة على أن النساء مأمورات بلزوم البيت ومنهيات عن الخروج –(احكام القرآن للجصاص: ۳/ ۴۱۷)

ترجمہ : یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کو گھروں کو لازم پکڑنے کا حکم ہے اور باہر جانے سے انہیں روکا گیا ہے۔

(۳) اسلامی شریعت میں عورتوں کا اصل میدان عمل اور دائرہ کار گھر کی چہار دیواری اور خانگی امور ہیں۔ بیرونی مشاغل اور کسب معاش کی گراں بار ذمہ داریوں سے انہیں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، حدیث کی رو سے عورت گھر کی ملکہ اور ذمہ دار اور گھریلو امور کی جواب دہ ہے:

المرأة راعية على بيت زوجها وهي مسئولة عن رعيتها۔(بخاری: ۲/۷۷۹)

ترجمہ: عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمراں ہے اور وہ اپنے ماتحت لوگوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔

عورت کا گھر سنبھالنا ایک بڑا جہاد ہے، ارشاد نبوی ہے:

عن عائشة عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال:علیکن البیت فانه جهاد کن۔ (مسند احمد: ۶۸/۶)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم عورتیں اپنے گھروں کو لازم پکڑو، کیوں کہ یہی تمہارا جہاد ہے۔

عن اسماء بنت یزید الانصاریة انها قالت یارسول الله! انا وافدة النساء الیك، إن الرجال فضلوا علینا بالجمع والجماعات وعیادة المرضی وشهود الجنائز والحج والعمرة والرباط. قال انصرفی أیتها المرأة واعلمی من وراءك من النساء أن حسن تبعل احداکن وطلبها مرضاته واتباعها موافقته یعدل ذلك كله۔(کنز العمال)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں عورتوں کی طرف سے آپ کے پاس نمائندہ بن کر آئی ہوں (ان کا کہنا ہے کہ) مردوں کو ہم پر جمعوں اور جماعتوں میں شرکت کرنے اور سرحد اسلام کی حفاظت کرنے کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تو واپس جا کر ان عورتوں کو جو تم سے پیچھے رہ گئی ہیں یہ بتا دے کہ تمہارے اپنے شوہر کے ساتھ حسن سلوک، ان کی رضا جوئی، ان کے ساتھ موافقت اور ان کی اتباع کرنا مذکورہ بالا تمام نیک اعمال کے برابر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد ان کے اور ان کے شوہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان کاموں اور ذمہ داریوں کی تقسیم فرمائی، گھریلو کام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کئے اور بیرونی کاموں کی انجام دہی کا مکلف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیا۔

لأنه علیه الصلاة والسلام قسم الأعمال بین علی و فاطمة، فجعل أعمال الخارج علی علی رضی الله عنه والداخل علی فاطمة رضی الله عنها۔(بدائع الصنائع: ۴۳۰/۳ باب النفقة)

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ اور رسول اللہ ﷺ کی اس مشہور حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا اصل دائرہ عمل ان کا

گھر ہے اور گھر کو سنبھالنا اور گھریلو خدمات انجام دینا اور بچوں کی پرورش پرداخت ان کا اصل فریضہ اور بنیادی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا اگر خواتین ملازمت کے لیے گھر سے باہر نکلیں گی تو ظاہر ہے کہ ان کی یہ اساسی ذمہ داریاں متاثر ہوں گی۔

(۴) پیغمبر اسلام علیہ السلام نے انسانی زندگی کا جو نظام مرتب فرمایا ہے وہ زندگی کا اعلیٰ وارفع نظام ہے اور سراپا خیر و برکت اور مصلحت پر مبنی ہے اور اس کے خلاف جو بھی نظام مرتب کیا جائے گا وہ فتنہ وفساد کا سبب ہوگا اور اس کی وضاحت اللہ رب العزت نے اپنی آخری کتاب میں فرمادی ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ ۔(النور)

ترجمہ: پس وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، انہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ انہیں کوئی آزمائش یا دردناک عذاب پکڑے۔

فتنہ کا تعلق دنیا سے ہے یعنی سنت نبوی سے انحراف دنیا میں، فتنہ وفساد کا باعث ہے اور آخرت میں دردناک عذاب کا۔

اسلامی شریعت کی رو سے خواتین کے فرائض

شوہر کی اطاعت و خدمت :

اللہ رب العزت نے عورت پر شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے شوہر کی اطاعت و خدمت کو لازم قرار دیا ہے، ارشاد باری ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۔(النساء/۳۴)

ترجمہ: پس نیک عورتیں وہ ہیں جو (شوہروں کی) فرماں بردار ہیں اور اللہ کی حفاظت سے مرد کی عدم موجودگی میں (اپنی عزت وآبرو اور مال واولاد کی) حفاظت کرتی ہیں۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

قانتات، قال ابن عباس يعنى مطيعات لأزواجهن حافظات للغيب وقال السدى وغيره أى تحفظ زوجها فى غيبته فى نفسها وماله عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خير النساء امرأة إذا نظرت اليها سرتك واذا أمرتها اطاعتك واذا غبت عنها حفظتك فى نفسها ومالك، وعن عبدالرحمن بن عوف قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذا صلت المرأة خمسها وصامت شهرها وحفظت فرجها وأطاعت زوجها قيل لها: ادخلى الجنة من أى الأبواب شئت ۔(تفسير ابن كثير سورة النساء/۳۴)

ترجمہ: قانتات: فرماں بردار عورتیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی وہ عورتیں جو اپنے

شوہروں کی فرماں بردار ہیں، غیب کی حفاظت کرنے والی ہیں، سدی وغیرہ فرماتے ہیں: یعنی وہ اپنے شوہروں کی عدم موجودگی میں ان کی حفاظت کرتی ہیں یعنی اپنے نفس کی اور شوہر کے مال کی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے اچھی عورتیں وہ ہیں کہ جب تم ان کی طرف دیکھو وہ تمہیں خوش کردیں اور جب تم انہیں حکم دو تو وہ تمہاری اطاعت کریں اور جب تم ان سے غائب ہو تو وہ اپنے نفس اور تمہارے مال کی حفاظت کریں اور حضرت عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت جب پانچ وقت کی نماز پڑھے، ماہ رمضان کے روزے رکھے، اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اسے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

بہرحال قرآن کریم کی اس آیت اور اس کے ذیل میں مذکور احادیث سے یہ ثابت ہوگیا عورتوں پر شوہروں کی اطاعت اور ان کی خدمت لازم ہے اور جب وہ ملازمت کے لیے گھر سے باہر جائیں گی تو ظاہر ہے کہ شوہروں کے حقوق متاثر ہوں گے اور ملازمین سے دن کے وہ اوقات لیے جاتے ہیں جو نشاط کے اور کام کے ہوتے ہیں تو اس طرح کام کا اصل وقت ان کا ملازمتوں میں گذرے گا اور وہ ان اوقات میں اپنے گھر سے، بچوں سے اور شوہر سے دور رہیں گی اور گھر کی تنظیم اور بچوں کی نگہداشت نہیں کرسکیں گی، اور شوہر کی خدمت بھی ان اوقات میں نہیں کرپائیں گی، جنسی تسکین بھی شوہر کا ایک اہم حق ہے، اگر عورت گھر میں موجود ہو تو شوہر اس سے کسی وقت بھی اپنی خواہش پوری کرسکتا ہے، جب وہ ملازمت کی ضرورت سے باہر رہے گی تو اس سلسلے میں شوہر کی حق تلفی ہوگی، اسی بنا پر فقہاء کرام نے اس کی صراحت کی ہے کہ شوہر کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ہر ایسے کام سے روک دے، جس سے اس کی حق تلفی یا حق کی ادائےگی میں کمی واقع ہوتی ہو، علامہ شامی لکھتے ہیں:

والذی ینبغی تحریرہ أن یکون له منعها عن کل عمل یؤدی إلی تنقیص حقه أو ضررہ أو الی خروجها من بیته۔(ردالمحتار ۵/۲۵۹)

ترجمہ : اور وہ جس کا لکھنا مناسب ہے، وہ یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ہر ایسے کام سے روکنے کا حق رکھتا ہے جس سے اس کے حق میں کمی واقع ہو یا جس سے اسے ضرر پہنچے یا جس کی وجہ سے بیوی کو گھر سے باہر جانا پڑے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

بل له أن یمنعها من الأعمال المقتضیة للکسب لأنها مستغنیة عنه لوجوب کفایتها علیه و کذا من العمل تبرعا لأجنبی بالاولی۔(البحر الرائق: ۴/۱۰۶)

ترجمہ : بلکہ شوہر کو ایسے تمام کاموں سے بیوی کو روکنے کا حق ہے جو کمائی کے ہیں، اس لیے کہ عورت کو کمائی کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی کفالت شوہر پر واجب ہے، تو ایسے عمل سے روکنے کا اسے بدرجۂ اولیٰ حق ہوگا جسے بیوی رضاکارانہ طریقے پر کسی اجنبی کے لیے انجام دیتی ہو۔

گھر کی تنظیم :

دوسری اہم ذمہ داری جو شریعت نے خواتین پر ڈالی ہے وہ کام یہ ہے کہ وہ یکسوئی کے ساتھ گھر سنبھالیں، انسانی زندگی میں کام کے دو میدان ہیں ایک داخلی یعنی گھر کے اندر کے کام اور دوسرے خارجی یعنی گھر کے باہر کے کام، اسلام نے داخلی امور کی انجام دہی عورتوں کے سپرد کی ہے اور خارجی کاموں کا بار مردوں پر ڈالا ہے، یہ ایک قدرتی تقسیم اور فطری نظام عمل ہے، جو دونوں صنفوں کی طبیعت وفطرت اور جسمانی قوت وصلاحیت کے عین مطابق ہے۔ پس پردہ خواتین جو خدمات انجام دیتی ہیں اور اندرونِ خانہ اسلام نے ان کے جو فرائض مقرر کئے ہیں ان کی اہمیت بیرونی خدمات اور سیاسی ذمہ داریوں اور معاشی سرگرمیوں سے کسی طرح کم نہیں ہے، اس سلسلے میں اپنی کتاب ''عورت اسلامی شریعت میں'' سے دو اقتباس تھوڑی ترمیم کے ساتھ نقل کرتے ہیں جو اس موضوع سے متعلق ہے۔

انسانی معاشرے میں گھر کی اہمیت مسلم ہے، یہ وہ کارخانہ ہے جس میں قوم ڈھلتی ہے، انسان بنتے ہیں، سماجی وسیاسی کارکن تیار ہوتے ہیں، پھر بہت سے گھروں اور خاندانوں کا مجموعہ ایک معاشرہ کہلاتا ہے، پھر معاشرے سے ریاست اور حکومت وجود میں آتی ہے، پس ملک اور معاشرے کی تعمیر میں گھر اور خاندان کی وہ حیثیت ہے جو مکان کی تعمیر میں اینٹ کی ہوتی ہے، جس طرح اینٹ کی سلامتی پورے مکان کی سلامتی کی ضامن ہے، لہذا گھر کا نظام درست ہوگا تو پورے معاشرے اور ملک کا نظام درست ہوگا اور اگر یہ انسان ساز فیکٹری مضبوط اور مثالی نہ ہوئی اور گھریلو نظام ابتری کا شکار رہا تو حکومت اور ریاست بھی اختلال و انتشار کا شکار رہوگی اور ملک ومعاشرہ مستحکم اور مثالی نہ ہوسکے گا، اس لیے گھر کی اہمیت باہر کی دنیا سے اور ساز وسامان تیار کرنے والے دوسرے کارخانوں سے زیادہ ہے، اسے جتنی زیادہ محنت، قابلیت، دانشمندی اور دل سوزی سے چلایا جائے اتنے ہی زیادہ اعلیٰ درجے کے انسان تیار ہوں گے، گھر کوئی چھوٹا دائرہ نہیں، یہ بہت وسیع دنیا ہے اور اس میں کرنے کے بہت سے کام ہیں، کوئی اگر انہیں ذمہ داریوں کے ساتھ انجام دینا چاہے تو اسے دم مارنے کی مہلت نہ ہوگی۔

پھر گھر کی اہمیت اس لحاظ سے بھی مسلم ہے کہ گھر انسان کی اصل دنیا ہے، یہ وہ راحت کدہ ہے جس میں انسان مستقل طور پر قیام پذیر ہوتا ہے۔ بیرونی کاموں سے تھک کر جب انسان گھر لوٹتا ہے تو اسے گھر میں چین وسکون کے لمحات میسر آتے ہیں اور وہ آرام واطمینان کا سانس لے کر اور تازہ دم ہوکر دوبارہ کارگاہِ حیات میں قدم رکھتا ہے، اگر گھر کے اندر انسان کو عیش وآرام میسر نہ آئے تو زندگی بے کیف اور عذاب بن کر رہ جائے، انسان کی اصل راحت وسعادت وہ ہے جو اسے اپنے گھر میں حاصل ہو، جسے گھر کی دنیا میں راحت ومسرت اور چین وسکون مل جائے، وہ باہر کی دنیا میں بھی خوش وخرم اور سعادت وکامرانی سے بہرہ ور ہوگا، دوسروں کے ساتھ بھی اس کے تعلقات خوش گوار ہوں گے، لیکن جسے اپنے گھر میں سکون وراحت میسر نہ آئے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ خوش بختی سے وقت گذارنے کا موقع نہ ملے وہ باہر کی دنیا میں بھی پریشان اور بدحال ہوگا، اسے دوسروں کے ساتھ

تعلقات و معاملات میں دشواری پیش آئے گی اور اس کی زندگی تنگی اور پریشانی کے ساتھ گذرے گی، لہذا اس کی بڑی سخت ضرورت ہے کہ گھر کے ماحول کو زیادہ سے زیادہ بہتر اور پرسکون بنایا جائے، تاکہ انسان باہر کی دنیا میں خوشی و مسرت تلاش کرنے کے بجائے اپنے گھر اور اپنے اہل وعیال میں تلاش کرے، اسی لیے اسلام نے خواتین کو گھر کی تنظیم و تنسیق اور نئی نسل کی تعلیم وتربیت کے لیے فارغ کر دیا ہے، تاکہ وہ اپنی جدوجہد اور محنت سے گھر کو جنت نشاں اور امن وسکون کا گہوارہ بنائیں اور بچوں کی عمدہ تربیت کرکے انہیں اعلیٰ درجہ کا انسان، اللہ کا صالح بندہ، ملک کا اچھا شہری اور سماج کا بےلوث خادم بنائیں، اسی اہمیت کے پیش نظر اسلام نے خاندانی نظام کے تحفظ واستحکام پر بہت زور دیا ہے اور ان تمام اسباب وعوامل کا سدباب کیا ہے جو اس کی بنیادوں کو متزلزل کرنے والے اور اس کی سلامتی کو خطرہ پہنچانے والے ہوں، مغرب نے مادی ترقی کے جوش میں گھر اور خاندان کی اہمیت کو فراموش کر دیا اور عورت کو اس کے فطری دائرہ عمل اور انسانیت ساز کارخانے سے نکال کر گھر اور خاندان کے نظام کو انتشار اور ابتری کا شکار بنا دیا، اس نے انسان ساز کارخانوں کو ویران کرکے مادی سامان بنانے والے کارخانوں کو آباد کیا، آج مغربی معاشرے میں باہر کی دنیا آباد ہے، مگر گھر ویران اور خاندانی نظام پراگندہ ہے اور لوگ حقیقی چین وسکون سے محروم ہیں ــــ (عورت اسلامی شریعت میں، ص: ۹۹-۱۰۰)

بچوں کی تربیت :

نئی نسل کی پرورش و پرداخت اور تعلیم وتربیت کا مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، مستقبل میں انسانی معاشرے کی صلاح وفلاح کا انحصار بچوں کی صحیح تربیت پر ہے اور بچوں کی تربیت ماں کی گود ہی میں ہوسکتی ہے، اس لیے اسلام نے یہ تیسری بڑی ذمہ داری خواتین پر ڈالی ہے، بچوں کی پرورش کے لیے جس ممتا وشفقت، والہانہ انس ومحبت، قلبی و روحانی تعلق اور بےلوث ہمدردی و خیرخواہی کی ضرورت ہے، وہ ماں کے سوا کسی اور کے اندر نہیں ہے، قدرت نے مخلوقات میں انسان کے لیے سب سے زیادہ محبت ماں کے دل میں ودیعت کی ہے، کوئی نرس، انا اور مصنوعی ماں محبت کا وہ فطری جذبہ کہاں سے لاسکتی ہے؟ اس لیے ماں کی گود بچے کے لیے آب حیات کی حیثیت رکھتی ہے، اسی لیے شریعت نے زوجین میں تفریق ہوجانے کے بعد بھی ماں ہی کو بچے کی پرورش کا زیادہ حقدار ٹھہرایا ہے۔

تربية الولد (تثبت للأم) النسبية (ولو) كتابية او (بعد الفرقة)-(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲/ ۲۳۳)

ترجمہ : بچے کی پرورش نسبی ماں کے لیے ثابت ہوگی، اگرچہ کتابیہ ہو، یا زوجین میں تفریق کے بعد ہو۔

اور اسی بنا پر خلیفۂ رسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عاصم بن عمرؓ کے مقدمہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مطلقہ ام عاصم کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے اور انہیں حضرت عاصم کی پرورش کا زیادہ حق دار قرار دیتے ہوئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ’’ماں کا تھوک بچہ کے حق میں تمہارے شہد سے زیادہ بہتر ہے‘‘ ماں کی آغوش میں رہ کر بچہ ایک قلیل عرصہ میں وہ کچھ سیکھ لیتا ہے جو اس سے جدا ہو کر وہ ایک طویل عرصے میں بھی نہیں سیکھ سکتا، بچوں کے لیے ہزار کھلونوں اور تفریحی سامانوں کا انتظام کر دیا جائے، مگر ان سے ان کی پوری تسلی اور دل بستگی نہیں ہو سکتی، ماں کے بغیر اس کا گلستان زندگی بے رونق و بے بہار اور خزاں کا شکار رہے گا اور اس میں الفت ومحبت اور رحم و مروت کے کنول نہیں کھل سکیں گے، کوئی انا بچے کی تربیت کا خواہ کتنا ہی گہرا تجربہ رکھتی ہو وہ ماں کی طرح بچوں کی تربیت کا حق ادا نہیں کر سکتی اور نہ وہ انہیں ماں کی آغوش تربیت دے سکتی ہے جو ان کے لیے دنیا بھر کی دولت سے زیادہ قیمتی ہے، کوئی مصنوعی ماں، ماں کی مامتا اور محبت وشفقت کا وہ فطری جذبہ کہاں سے لا سکتی ہے جو بچے کو اس کی نظر میں اپنی جان سے زیادہ عزیز بنا دے؟ اس لیے جو بچے سرکاری اداروں میں اناؤں کے زیر سایہ پرورش پاتے ہیں اور ماں کی محبت سے محروم رہ جاتے ہیں، ان کا دل بھی محبت و مروت اور رحم وکرم کے پاکیزہ جذبات سے اکثر خالی ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ چیز اسے ماں ہی سے وراثت میں ملتی ہے اور ماں ہی کی گود میں پلنے اور اس کے زیر سایہ پروان چڑھنے سے ماں والی محبت اس کی طرف منتقل ہوتی ہے اور اگر بچپن میں کسی بچے کا دل رحم ومحبت سے نا آشنا رہا تو پھر دنیا بھر کی دولت خرچ کر کے بھی یہ چیز اس کے دل میں ڈالی نہیں جا سکتی ہے، پھر ایسے بچوں کے دل میں بڑے ہونے کے بعد اپنے والدین، خویش و اقارب اور ملک وملت کی محبت کہاں سے آ سکتی ہے؟ ایسے بچوں کے تعلقات اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھی محض سطحی اور خلوص ومحبت کے جذبات سے عاری ہوتے ہیں، اس لیے ماں کی حیثیت سے عورت کے کردار کی عظمت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

پھر یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ بچے کی اصل خوراک ماں کا دودھ ہے، بچے کی صحت وتوانائی اور صحیح نشوونما کے لیے ماں کے دودھ سے زیادہ بہتر کوئی اور غذا نہیں ہو سکتی اور اس پر اطبا کا اتفاق ہے، پس بچوں کو اس حقیقی اور فطری غذا سے محروم رکھنا ان پر سراسر ظلم ہے، ماں اگر ملازمت کے لیے گھر سے باہر جائے گی تو بچوں کو دودھ پلانا اور ان کی پرورش کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہو سکے گا، سماجیات کی ماہر امریکی خاتون ایڈا ایلین اس سلسلے میں لکھتی ہیں:

تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ گھر کے لیے اور بچوں کی تربیت پر نگہداشت کے لیے ماں کا ہونا ضروری ہے، موجودہ اور زمانۂ گذشتہ کے معاشرہ کی اخلاقی سطح کے درمیان یہ بڑا اور غیر معمولی فرق اسی بنیاد پر ہے کہ ماں نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہے اور اپنے بچوں سے غافل ہو گئی ہے اور بچوں کو اس کے حوالے کر دیا ہے جو اس کی صحیح طور پر تربیت نہیں کر سکتے ــــ (ماذا عن المرأۃ بحوالہ عورت اسلامی شریعت میں، ص: ۱۰۲-۱۰۳)

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ خواتین کی ملازمت کے مضر اثرات گھر، خاندان اور خاندان کے تمام افراد شوہر، بچے وغیرہ پر مرتب ہوتے ہیں، خصوصاً بچے ماں کی تربیت سے محروم رہتے ہیں، جب کہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے، کسب معاش کی

ذمہ داری شریعت نے مردوں پر رکھی ہے اور عورتوں کا نفقہ ان پر لازم کیا ہے، اس لیے کسب معاش کے لیے ان کا ملازمت اختیار کرنا بلا ضرورت اور بے فائدہ ہے، بلکہ انجام و عواقب کے لحاظ سے مضرت رساں ہے۔ عورت کی ملازمت اسلام کے متعین کردہ نظام زندگی سے متصادم ہے اور وہ قرآن کریم کی زبان میں دنیا میں فتنہ و فساد اور معاشرے کے بگاڑ کا سبب ہے اور آخرت میں دردناک عذاب کا باعث ہے۔

اسلام نے عورت کو پردہ کا پابند بنایا ہے اور گھر کی چہار دیواری میں رہ کر شوہر کی خدمت، گھر کی تنظیم اور بچوں کی پرورش کے عظیم کام کے لیے انہیں فارغ کر دیا ہے، ملازمت میں ان کے گھر سے باہر قدم رکھنے سے ان کا اختلاط مردوں کے ساتھ ہوگا جو فحاشی اور جنسی انارکی کا سبب ہے۔ انسان خواہ مرد ہو یا عورت، عفت و عصمت اس کا سب سے قیمتی جوہر ہے، عورت اگر گھر چھوڑ کر ملازمت کے لیے باہر جائے گی تو وہ پردہ کا التزام نہیں کر سکے گی جو شریعت کی رو سے اس پر لازم ہے، پھر وہاں ان کا آزادانہ اختلاط مردوں کے ساتھ ہوگا جو بہت سے مفاسد کا دروازہ ہے، آئے دن اخبارات میں خبریں آتی رہتی ہیں اور یہ کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں انسان کی فطری کمزوری ہے، اسی لیے اسلام نے فتنے کے سد باب کے لیے عورت و مرد دونوں کا دائرۂ کار الگ رکھا، اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت و سنت کا پابند بنائے۔

ہمارا یہ مقالہ اس عنوان کے جواب میں ہے جس میں یہ پوچھا گیا ہے کہ خواتین کی ملازمت سے خاندان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، لیکن یہ حکم عام حالات میں ہے، جب کہ ان کے شوہر یا دیگر اولیا موجود ہوں اور وہ ان کی کفالت کر رہے ہوں، لیکن اگر وہ بیوہ یا مطلقہ ہوں اور ان کی کفالت کرنے والے اولیا، باپ بھائی وغیرہ موجود نہ ہوں یا موجود ہوں لیکن کفالت سے معذور ہوں تو اس صورت میں شرعاً ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اگر وہ مالدار ہوں تو اپنے مال سے اپنی اور اپنے بچوں کی کفالت کریں۔ اور اگر گذر بسر کے لائق مال ان کے پاس نہ ہو تو وہ کسب معاش کا کوئی حلال اور معقول ذریعہ اختیار کر کے اپنی اور اپنے بچوں کی کفالت کریں اور ایسی ضرورت کی حالت میں شریعت نے کسب معاش کے لیے انہیں اپنے گھر سے باہر جانے کی اجازت دی ہے۔ پھر بھی ان کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ اندرون خانہ اپنے لیے کسب معاش کا کوئی مناسب ذریعہ اختیار کریں اور آج کے دور میں جب کہ کسب معاش کے ذرائع میں بڑی وسعت اور بڑا تنوع پیدا ہو گیا ہے، اس طرح کا کوئی ذریعہ اختیار کرنا مشکل نہیں، تاہم اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اس مقصد کے لیے وہ شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے باہر جا سکتی ہیں، بخاری کی حدیث ہے: اللہ تعالیٰ نے تم عورتوں کو اپنی حاجت سے گھر سے باہر جانے کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس کے لیے بھی شرعی حدود ہیں۔

❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊

دیوانگانِ حلقۂ موئے محمدیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● امیمہ بنت ہلال احمد ـــــ دار الشرف او پر کلی جھریا، دھنباد

سودائے زلف کس نبود دل پذیر ما
دیوانگانِ حلقۂ موئے محمدیم
ـــ (حضرت نصر پھلواروی)

گزشتہ دو سال میں خانوادۂ مجیبی حادثات کا شکار رہا یکے بعد دیگرے خانوادے کی ان عزیز ترین شخصیات نے داغ جدائی دیا جن کے ذمہ زیارت موئے مبارک کی عظیم خدمات تھیں جسے وہ اپنی سعادت اخروی سمجھ کر ادا کرتے رہے۔ یہ ایک ایسی خدمت ہے جسے انجام دینے والا اپنی قسمت پر نازاں ہوتا ہے کہ اسے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف کے دوتار کے قریب رہنے اور زیادہ دیر تک نظروں کو سیراب کرنے کا موقع ملتا ہے۔

خدمت موئے مبارک کے متعلق والد گرامی حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری اپنی تصنیف ”سیرت پیر مجیب“ میں فرماتے ہیں:

”خدمت موئے مبارک جن لوگوں سے متعلق رہی وہ اس کو اپنی سعادت اخروی سمجھ کر زندگی بھر انجام دیتے رہے اور اپنی تمام اہم مصروفیتوں کو (باستثنائے سفر حج) پس پشت ڈال کر اس خدمت سے لگے رہے، اس پابندی اور التزام کے ساتھ اس خدمت کی انجام دہی دراصل آثار رسول کی عظمت کی بنا پر ہے جس کو رسول اکرم سے نسبت حاصل ہے، ذات رسالت سے تعلق و وابستگی کی یہ روش اس خانقاہ اور خانوادے کی ایسی خصوصیت ہے جس کی نظیر نہیں ملتی یہ اگر ایک طرف حضرت تاج العارفین کا فیض ہے کہ لوگوں کے دلوں کو زلف نبوی میں الجھا کر تکمیل ایمان کی راہ ہموار کر دی تو دوسری طرف آثار رسول کے جذب وکشش کا بھی اثر ہے جو اس کی صداقت اور صحت کی دلیل بین ہے،،

آج ہم خانوادۂ مجیبی کی چند بے غرض بے لوث شخصیات کا ذکر کریں گے جنھوں نے زیارت موئے مبارک کی

خدمت اپنی زندگی کی اولین ترجیح سمجھ کر کی اور اپنے اسلاف کی روایات کو زندہ رکھا اور جن کی یادیں زیارت موئے مبارک سے وابستہ ہوگئی ہیں۔

ایسی ہی ایک عظیم شخصیت عم مکرم مولانا سید شاہ وجہ اللہ قادری علیہ الرحمۃ کی ہے جو حضور زیب سجادۂ مجیبی مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی کے چھوٹے چچا اور امان المستجیرین حضرت مولانا سید شاہ امان اللہ قادری قدس سرہ العزیز کے خلف اصغر، امیر شریعت ثانی محی الملۃ والدین کے پوتے تھے۔

ایک بزرگ اور عالی نسب خانوادے میں پیدا ہونا، ایک شیخ طریقت رہبر شریعت کے گہوارۂ الفت میں آنکھیں کھولنا انسان کا ذاتی وصف نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی بے کراں عنایتیں ہیں جن سے وہ جسے چاہے نواز دے۔ قابل ذکر وہ ذاتی اوصاف ہیں جو دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد اپنا نشان چھوڑ جاتے ہیں۔

عم مکرم مولانا سید شاہ وجہ اللہ قادری علیہ الرحمۃ بھی ایسے ہی اوصاف کے حامل ایک پاک طینت، درویش صفت انسان تھے۔ بغض وعناد سے پاک ایک شفاف دل رکھتے تھے زیارت موئے مبارک کے دوران مرچھل لینا آپ کی ذمے داری تھی جسے وصال سے ایک ماہ پہلے تک آپ نے انجام دیا۔

گردے کے عارضے میں مبتلا ہو کر ۱۹ر ذی القعدہ کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ اللہ تعالی ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور زیارت موئے مبارک کی خدمت کے عوض اپنے حبیب کا قرب خاص عطا فرمائے۔ آمین!

خانوادۂ مجیبی میں ۱۲ر ربیع الاول کو زیارت موئے مبارک کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ بعد نماز فجر زیارت زنان خانے میں لائی جاتی ہے اور تین ساڑھے تین گھنٹے تک موئے مبارک کا بستہ ہر خاص وعام کے لئے کھلا ہوتا ہے اور خلق خدا اس سے فیض یاب ہوتی ہے اور یہ تمام خدمات خانوادے کی خواتین انجام دیتی ہیں۔ زنان خانے میں زیارت موئے مبارک کا بستہ سر پر رکھ کر لانے اور زیارت کروانے کی ذمے داری بھی خاندان کی بزرگ خواتین کے ذمہ ہوتی ہے، یہ ہمارے بزرگوں کا خانوادے کی خواتین پر احسانِ عظیم ہے کہ انہیں بھی تاجداری کا شرف بخشا۔

تین سال سے یہ خدمت امان المستجیرین حضرت مولانا سید شاہ امان اللہ قادری قدس سرہ العزیز کی صاحبزادی اور حضرت مولانا سید شاہ رضوان اللہ قادری علیہ الرحمۃ کی ہمشیرہ بصد ادب واحترام انجام دے رہی تھیں۔ ۱۱ر رجب المرجب ۱۴۴۳ھ کو زیارت سے پہلے انھوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا ان کے محبت وعشق رسول کے صدقے میں اللہ نے انھیں زیارت کا دن عطا کیا۔ جس وقت ان کا جسد خاکی خانقاہ کے سائبان میں لایا گیا عین اسی وقت عم مکرم مولانا سید شاہ عمید الدین قادری مدظلہ العالی زیارت کا بستہ سر پر لے کر سیڑھیوں سے اتر رہے تھے۔ اللہ نے ان کی خدمتوں کے طفیل بعد وفات زیارت موئے مبارک کا سایہ عطا کیا اللہ جل شانہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ خانقاہ اور خانوادے کے لئے ان کا یوں اچانک چلے جانا صدمۂ جانکاہ ہے

حضور زیب سجادہ کے لئے بہت بڑا سہارا تھیں ان کی ذات بہت اہمیت کی حامل تھی ۔ہمارے والد کی رحلت کے بعد ہم بھائی بہنوں کو ان کی ذات سے بہت تقویت ملی اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلی مقام عطا فرمائے ۔

۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ کو زیب سجادۂ مجیبی کی والدہ ماجدہ ،حضرت مولانا سید شاہ رضوان اللہ قادری علیہ الرحمۃ کی اہلیہ اور مولانا سید شاہ عون احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحب زادی چند روز علیل رہ کر اس دار فانی سے دار بقا کی طرف روانہ ہوگئیں ۔ان کی رحلت خانقاہ اور خانوادے کے لئے بہت بڑا حادثہ ہے ۔زیارت کی خدمت اور خانقاہی امور کو انھوں نے وصال سے چند روز پہلے تک انجام دیا۔ ۱۱؍رمضان المبارک کو طبیعت دوبارہ بگڑنے پر پھر ایڈمٹ کیا گیا لیکن طبیعت بحال نہ ہوسکی اور ۱۵؍رمضان المبارک کو اس جہان فانی سے رخصت ہوگئیں—انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

چلتی پھرتی ہنستی مسکراتی اپنے معمولات کو انجام دیتی وہ اس دنیا سے ایسے گئیں جیسے کوئی بیچ محفل سے اٹھ کر چلا گیا ہو۔ ہر سال یکم ربیع الاول سے ۱۰؍ربیع الاول تک زیارت کے نیچے سائبان میں نمازِ عشا کے بعد حسب معمول مدح کی خدمت انجام دینا اور ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو زیارت موئے مبارک کے استقبال کے لئے خلوت کے دروازے پر ان کا کھڑے ہونا ہمیشہ یاد رہے گا، ہر سال ۱۲؍ربیع الاول کو زیارت موئے مبارک کے وقت زنان خانہ میں مدح کی کتاب خانوادے کی دیگر خواتین کے ساتھ آپ پورے اہتمام والتزام سے پڑھتی تھیں ۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

زیارت موئے مبارک کو سر پر رکھ کر لانے کی خدمت بستر علالت پر پڑنے سے پہلے کم وبیش ۱۴؍سال عمدۃ المتوکلین حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری علیہ الرحمۃ کی والدہ ماجدہ نے انجام دی اور تقریباً ۴۵؍سال تک حضرت مفتی عباس پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ اور مولانا نعمت امام ومولانا عبداللہ عباس ندوی رحمہما اللہ کی والدہ کے انتقال کے بعد بحکم حضور امان المستجیرین علیہ الرحمۃ والرضوان زیارت میں مرچھل کی خدمت انہیں کے ذمے رہی ۔

ایسی ہستی پر مجھے چند الفاظ لکھنے ہیں جن کی صرف محبتوں پر ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے جن کی زندگی کا ہر گوشہ منور بھی ہے اور سوگوار بھی ۔جن کی زندگی جوانی میں ہی آزمائش سے دوچار ہوئی جنھوں نے اپنی نظروں کے سامنے اپنی اکلوتی بیٹی کا جنازہ دیکھا اور صبر کا عظیم مظاہرہ کیا جو اپنے بیٹے کو دیکھ کر جیتی تھیں اپنے بیٹے کے لئے جیتی تھیں ۔

وہ امیر شریعت اول حضرت فیاض المسلمین قدس سرہ العزیز کی پوتی اور امیر شریعت ثالث مولانا سید شاہ قمر الدین قادری قدس سرہ العزیز کی بڑی صاحب زادی تھیں ۔امیر شریعت ثانی محی الملۃ والدین حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ ان کے بڑے ابا تھے جن سے وہ بہت محبت کرتی تھیں ۔جن بزرگوں کی آغوش میں انھوں نے آنکھیں کھولیں اور جن کے

نورانی چہرے دیکھ کر عمر کے ماہ وسال گزارے انھیں کے نقش قدم پر چل کر صبر وشکر، تقوی و پاکیزگی، عجز وانکساری اور استغنا کی دولت سے مالا مال ہوئیں۔

ہماری دادی جان مرحومہ اس عہد کی آخری خاتونِ خاندان تھیں، جنہیں اپنے بزرگوں سے خاندانی تعلیماتِ نسواں کی اجازت بھی حاصل تھی، الباقیات الصالحات کے پڑھنے اور پڑھانے کی اجازت اپنے والد ماجد حضرت قمر طلعت مولانا سید شاہ محمد قمر الدین قادری قدس سرہٗ سے حاصل تھی، اجازت نامہ کی تحریر اس مضمون میں بعینہٖ نقل کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ لَنَا التَّصْلِیَةَ عَلَی النَّبِیِّ ذَرِیْعَةً لِنَیْلِ الدَّرَجَاتِ وَالْمَنَازِلِ وَ الْمَقَامَاتِ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ وَالرُّوْحِ وَ جَمِیْعِ ذَرَّاتِ الْكَائِنَاتِ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ اَحَاطَتْ بَرَكَتُهٗ كَافَّةَ الْمَخْلُوْقَاتِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ اَهْلِبَیْتِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَحْزَابِهٖ صَلٰوةً وَّ سَلَامًا لَانِهَایَةَ لَهُمَا وَلَاعَدَدَ مَادَامَتِ الْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ. اما بعد! کہتا ہے فقیر ضعیف و مسکین محمد قمر الدین قادری پھلواروی غفرلہ اللہ تعالیٰ ولاسلافہ واخلافہ اجمعین کہ کتاب الباقیات الصالحات کو میں نے مؤلف قدس سرہٗ کو پڑھ کر سنایا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے اور اجازت بھی حاصل کی ہے کہ دوسروں کو اس کتاب کو پہنچادوں تاکہ وہ خود پڑھیں اور پڑھائیں، اس بنا پر میں نے اس کتاب "الباقیات الصالحات" کی اجازت اپنی بڑی لڑکی نور دیدہ عافیہ سلمہا اللہ تعالیٰ کو دیا تاکہ خود پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی، پڑھانے کی اجازت دیں، پہلے کتاب کی تصحیح کرلیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزیزہ سلمہا کو اس کتاب الباقیات الصالحات کے ورد کی مداومت نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ اپنے مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور حضرت رسول اللہ ﷺ پر زبان اور دل اور جان سے درود وسلام پڑھنے کا ذوق وشوق بیحد بخشش فرمائے جیسا کہ ہمارے پہلے بزرگوں کو نصیب ہوا ہے۔

ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْر ○ اَللّٰهُمَّ يا مجيب كل سائل اجبْ دعواتنا انك مجيبُ الدعوات بحرمة مصحح الحسنات سيدنا و حبيبنا محمد صلى الله عليه واله وصحبه وسلم۔ واخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمين○"

ہماری دادی جان مرحومہ لباس اور انداز واطوار میں بہت سادگی تھی۔ اللہ نے ان کو محبت کی مٹی سے تخلیق کیا تھا۔ دعائیں لبوں پر ہر دم جاری رہتی تھیں سلام کا جواب فقط وعلیکم السلام کے بجائے، جیو خوش رہو (یہ انداز خاندان کے تمام بزرگوں کا رہا ہے) کہہ کر دیتی تھیں۔ ہمارے لئے اور خصوصاً حسین بہجت کے لئے ان کے پاس جھولیاں بھر بھر کر دعائیں تھیں۔

اولاد اور اولاد کی اولاد سے محبت انسانی فطرت کا حصہ ہے لیکن ہماری دادی جان کی محبت کا دائرہ بہت وسیع تھا جس

میں ایک مخصوص جگہ ہماری والدہ کی تھی جوان کی بہو تھیں جن کو وہ بیٹی سے بڑھ کر کہتی تھیں جن کو دیکھ کر، جن کو پہنا اوڑھا کر وہ خوش ہوتی تھیں ۔ہمارا گھر ہر طرح کی چپقلش سے پاک جنت کا نمونہ تھا۔

ہمارے والد کی کامیابی میں ان دو بے مثال ہستیوں کا اہم کردار ہے جو اللہ نے انھیں بہت منتخب کر کے عطا کیں جنہوں نے گھر کو جنت کا گھوارہ بنائے رکھا۔

ہم نے فقط اپنی دادی کو نہیں کھویا بلکہ اپنی زندگی کے دوسرے اہم اور مضبوط ستون سے محروم ہو گئے ۔ہمارے حال کی ترجمانی اقبال کے اس شعر سے ہوتی ہے:

عہد گل ختم ہوا ٹوٹ گیا ساز چمن
اڑ گئے ڈالیوں سے زمزمہ پرداز چمن

۱۵رمحرم الحرام ۱۴۴۴ھ کو اپنے عزیز بیٹے کی جدائی میں دو سال بے قرار رہ کر انھوں نے وہ آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند کر لیں جن میں ہمارے لئے محبتوں کا جہاں آباد تھا۔وہ زندگی جسے جیتے جی ہمارے لئے وقف کر دیا تھا اپنے رب کے سپرد کر دی۔

آخری جملہ جوان کی زبان سے ادا ہوا وہ یہ تھا۔ یا اللہ میرے حسین کی حفاظت کر۔اللہ ان کی دعاؤں کے طفیل حسین بہجت سلمہ کی حفاظت کرے،ان کو آباد رکھے اور ہماری دادا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔آمین!

”خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را“

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ ”المجیب“ کیلئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہو تا کہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کرا کر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

شرف الدین بوعلی قلندر اور کلام قلندری

● محمد شہباز — ریسرچ اسکالر، شعبہ فارسی دہلی یونیورسٹی، دہلی

فارسی زبان وادب نے سرزمین ہند میں ایسے لافانی نقوش چھوڑے ہیں جن کو قیامت تک فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ فارسی زبان ہندوستان آنے کے بعد یہاں کی تہذیب وتمدن کا حصہ بن کر رہ گئی اور ہندوستان میں فارسی زبان وادب کو پروان چڑھانے میں صوفیہ کرام نے جو کردار ادا کیا وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔

زمانہ غزنوی سے لے کر مغل دور کے اختتام تک ہندوستان میں بے شمار صوفیہ کرام پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے کلام اور ملفوظات کے ذریعہ فارسی زبان وادب کو عروج بخشا۔ انہیں مایہ ناز ہستیوں میں ایک نام سالک طریقت، صاحب معرفت، شرف الدین بوعلی پانی پتی کا بھی ہے۔

نام شرف الدین کنیت بوعلی اور لقب قلندر رہے آپ کے والد گرامی فخر الدین سالار ۶۰۰ھ میں پانی پت آئے اور یہیں بس گئے۔ اسی دوران ۶۰۵ھ میں بوعلی قلندر کی ولادت ہوئی اور اوائل عمری میں علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ اس کے بعد دھلی میں قطب مینار کے پاس کئی برس تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور ہزاروں افراد کو فیضیاب کیا۔

درس وتدریس کے بعد اپنی تمام تر کتابوں کو چھوڑ کر مجذوب بن گئے اور کرنال کے ایک گاوں بڈھا کھیڑا میں جا کر سکونت اختیار کر لی اور آخری وقت تک وہیں مقیم رہے۔

ایک دفعہ جذب ومستی کی حالت میں آپ کی مونچھیں بہت بڑھ گئیں۔ مریدوں میں سے کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ آپ سے یہ کہہ دے کہ حضرت انہیں درست کروالیجئے۔ اسی دوران مولانا ضیاء الدین سنامی جو شریعت کے بڑے زبردست حامی تھے، قینچی لے کر آئے اور آپ کی ڈاڑھی پکڑ کر مونچھیں تراش ڈالیں۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد بوعلی قلندر اپنی ڈاڑھی پکڑ کر چوما کرتے تھے کہ یہ شریعت کی راہ میں پکڑی گئی ہے۔

بوعلی شاہ قلندر اور مولانا رومی کی زندگی میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ آپ نے بھی مولانا رومی کی طرح مسند درس وتدریس کو زینت بخشی پھر جذب ومستی کی کیفیت سے دوچار ہوئے اور تعلیم وتعلم کو خیرآباد کہا۔ آپ کو رومی ثانی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

آپ کے بیعت ہونے کے سلسلہ میں مورخین کا اختلاف رہا ہے۔یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کس سے بیعت تھے۔البتہ بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید تھے اور بعض لوگون کا خیال ہے کہ آپ حضرت نظام الدین اولیاء سے بیعت تھے لیکن یہ دونوں روایتیں بلا دلیل ہیں۔

بوعلی قلندر کی زندگی کے آخری ایام بڈھا کھیڑا میں گزرے جو کرنال کے قریب واقع ہے اور اسی مقام پر ۷۲۴ھ میں وفات پائی اور تدفین پانی پت میں ہوئی۔آج بھی پانی پت میں آپ کا روضہ مبارک خلق خدا کی زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔

متصل شد بوصل رب ودود ۞ سال وصلش شرف ولی زمان

اس شعر سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے اس کے علاوہ شرف سعید، زیب عالم قلندر مسعود، مخدوم اجل، شرف محبوبی سے بھی علماء نے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

کلام قلندری :

بوعلی شاہ قلندر فارسی میں شعر کہتے تھے۔تخلص شرف، قلندر اور بوعلی کرتے تھے۔

صاحب دیوان شاعر تھے۔آپ کا دیوان غزلیات، رباعیات اور ایک مثنوی پر مشتمل ہے۔آپ کی غزلوں پر مولانا رومی کے اثرات نظر آتے ہیں۔آپ کے دیوان میں تقریبا ۸۸ غزلیں، ۱۴ رباعی اور ایک مثنوی ہے جو کہ ۱۱۳۵۴ اشعار پر مشتمل ہے۔

آپ کی غزلیں عموماً سات یا آٹھ اشعار پر مشتمل ہیں۔طویل غزلیں بہت کم ہیں۔آپ کے اشعار پند و نصیحت، زہد و تقوی، رند و مستی، عشق و محبت، مے و میخانہ، بے ثباتی دنیا، مذمت نفس امارہ، طلب دنیا، مذمت ریا کار صوفی، عارفانہ مضامین و صوفیانہ مطالب پر مشتمل ہیں۔عارفانہ واردات کو مجاز کے پردے میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔کیونکہ مشاہدہ حق کی گفتگو کو اگر بادہ و ساغر کے حوالہ سے بیان کیا جائے تو غزل کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔قلندر صاحب کی بعض غزلیں جذب و مستی کی کیفیت کی بھی آئینہ دار ہیں جس سے ان کی قادر الکلامی کا ثبوت ملتا ہے۔

آنے والی غزل عارفانہ مضامین کی بہترین عکاسی کرتی ہے۔جس میں ریا کار زاہدوں کی مذمت کی گئی ہے جو نام و نمود کے پیچھے لگے رہتے ہیں جو اس طرح ہے:

ساقی ما از شراب کہنہ پر کن جام را ۞ خاک بر سر کن چو بینی زاہدان خام را

عاشق بی ننگ و نامم نعرہ خوش می زنم ۞ من نخواہم ننگ را و من نجویم نام را

شاید آن شہباز روزی از ھوا آید بزیر ۞ دانہ افشاندم بخاک و می کشایم دام را

ایک دوسری غزل میں بوعلی قلندر خود کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں، اے شرف اگر تو مالک حقیقی سے ملنا چاہتا ہے تو شب و روز گریہ وزاری کرتا رہ۔آگے لکھتے ہیں میں عشق حقیقی میں مبتلا ہوں دنیاوی طبیب کیونکر میرا علاج کر سکتا ہے اور جو لوگ عشق حقیقی سے آشنا نہیں وہ ہماری رسم و راہ کو کیا جانیں گے۔جو اس طرح ہے:

اے شرف خواہی اگر وصل حبیب ۞ نالہ می زن روز و شب چون عندلیب
من مریض عشقم و از جان نفور ۞ دست بر نبض من آرد چوں طبیب
رسم و راہ ما نداند ہر کہ او ۞ در دیار عاشقی ماند غریب

....

منزل عشق بس خطرناک است ۞ عقل اینجا نہ چست و چالاک است
عشق چوں شعلہ بلند کند ۞ ھستی ما برنگ خاشاک است
در رہ عقل گام می نزند ۞ ہر کہ در عشق چست و چالاک است

....

منم محو خیال او، نمی دانم کجا رفتم ۞ شدم غرق وصال او، نمی دانم کجا رفتم
غلام روی او بودم اسیر موی او بودم ۞ غبار کوی او بودم نمی دانم کجا رفتم
بآن مہ آشنا گشتم ز جان و دل فدا گشتم ۞ فنا گشتم فنا گشتم نمی دانم کجا رفتم
قلندر بو علی ھستم بہ نام دوست سر مستم ۞ دل اندر عشق او بستم، نمی دانم کجا رفتم

بو علی شاہ قلندر نے غزلیات و مثنویات کے علاوہ رباعیات بھی لکھی ہیں۔ رباعیات کی تعداد جو ان کے دیوان میں موجود ہیں ۱۴ ؍ تک پہونچتی ہے۔ ان کے رباعیات میں غزلیات کی طرح مضامین عالی، وحدت الٰہی، راہ حق، ترک ماسوا، سوز الفت، عشق حقیقی، وارفتگی، معرفت الٰہی، جلوہ حق اور صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔

ان کی یہ دو رباعیاں عشق حقیقی اور وارفتگی کی زندہ مثال ہیں جن میں انہوں نے اپنے عشق الٰہی کو بیان کیا ہے۔

عشقی کہ مجازیست بود با حرمان ۞ عشقی کہ حقیقی است ندارد پایان
من عاشق آن نیم کہ شانی دارد ۞ معشوق من است کل یوم فی شان

....

بو آوازہ عشق من بہر خانہ رسید ۞ درد دل من بخویش و بیگانہ رسید
اندر غم عشق تو بہر جا کہ روم ۞ از دور بگویند کہ دیوانہ رسید

....

گر در رہ عشق می نمائی تک و تاز ۞ باشی بخیال خویش در راز و نیاز
معشوق پرست خود پرستی نکند ۞ گو عشق حقیقی و کجا عشق مجاز

بو علی قلندر کا دیوان جو تہران یونیورسٹی سے شائع ہوا ہے اس میں صرف ایک مثنوی بنام ''گل و بلبل'' ملتی ہے۔ رہی باقی دو مثنوی ''کنز الاسرار'' اور ''عشق نامہ'' جو ان کی طرف منسوب ہیں بزم صوفیہ کے مولف نے ان کو مخترعات عوام کے زمرہ میں شمار کیا ہے اور رسالہ حکم نامہ کو جو آپ کے نام سے مشہور ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب ''اخبار الاخیار'' میں عوام کی

اختراعات میں شمار کیا ہے۔

ذیل میں آپ کی مثنوی ''گل وبلبل'' کے چند اشعار پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن میں زہد وتقوی کی تعریف اور متصوفین کی مذمت کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

زہد وتقوی چیست ای مرد فقیر ❁ لا طمع بودن ز سلطان و امیر
زہد وتقوی نیست آن ہرگز زخلق ❁ صوفی گوئی و پوشی کہنہ دلق
پیش و پس کردی مرید ناخلف ❁ چوں خرابلہ پی آب وعلف
شانہ ومسواک وتسبیح ریا ❁ جبہ و دستار وقلب بی صفا
چون ببینی چند کس بیہودہ تن ❁ خویش را گوئی منم شیخ زمن
دام اندازی برائے مرد وزن ❁ خویش را گوئی منم پیر کہن
وعظ گوئی خود نیاری در عمل ❁ چشم پوشی ھمچو شیطان دخل

نتیجہ :

بوعلی شاہ قلندر صوفی باصفا، مجذوب صادق اور عارف کامل تھے۔آپ کی زیادہ تر زندگی عبادت وریاضت، زہد وتقوی اور جذب ومستی کے عالم میں گزری۔ جذب ومستی کی کیفیت میں جب شدت آئی تو آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

آپ نے زیادہ تر عرفانی غزلیں اور رباعیات لکھیں جو عشق حقیقی اور معرفت الٰہی میں ڈوبی ہوئی ہیں۔آپ نے کچھ مکتوبات بھی تحریر فرمائے ہیں جو عشق ومحبت، زہد وریاضت اور عارفانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔

مراجع :

(۱) اخبار الاخیار مترجم، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مولانا سبحان محمود ومولانا محمد فاضل، کلاسکل پرنٹرز دہلی، ۱۹۹۰
(۲) تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند، ڈاکٹر محمد باقر وڈاکٹر وحید مرزا، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۷۱
(۳) نگاہی بہ تاریخ ادبیات فارسی در ہند، توفیق سبحانی، دبیر خانہ شورای گسترش زبان وادبیات فارسی۔
(۴) مختصر حالات زندگی اور منتخب کلام بخشی ہند شیخ شرف الدین بوعلی قلندر، حکیم گلچین کرمانی، اردو مشن ملتان، ۱۹۶۷
(۵) دیوان بوعلی قلندر، محمد صدیق خان شبلی، کتابی دنیا دہلی، ۲۰۰۵
(۶) دیوان سید شرف الدین بوعلی قلندر، میر طاہر، انتشارات تکیہ خاکسار جلالی، ۱۳۶۰ش ق
(۷) دیوان شاہ بوعلی قلندر، شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین، مطبع اسلامیہ سٹیم پریس، لاہور
(۸) کلام قلندری، چودھری رام چندر ومولوی عبد الغنی، مطبع جگت پرکاش میرٹھ، ۱۸۹۰

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

ایک اہم اور قابل قدر تصنیف

● ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن ــــ نیو عظیم آباد کالونی، پٹنہ

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پورے صوبہ بہار میں واحد دینی و روحانی مرکز ہے، جہاں علم و دین کا سنگم پایا جاتا ہے۔ اس خانقاہ نے روحانیت کے ساتھ مختلف دینی علوم وفنون، شعروشاعری اور ادب کے میدان میں جو اہم خدمات انجام دی ہیں اور قابل قدر تصنیفات و تالیفات کا شاندار ذخیرہ چھوڑا ہے، وہ ہماری تعریف و توصیف سے ماوریٰ ہیں، یہاں حضرت شاہ مجیب اللہ قادری پھلواروی سے لے کر آج تک جو حضرات مسند سجادگی پر تشریف فرما ہوئے، وہ تقریباً سب ہی صاحب تصنیف و تالیف گزرے ہیں، ان کے خلفا، مریدین اور متوسلین میں اچھی تعداد ایسے بزرگان دین کی ملے گی، جنہوں نے قابل تقلید عملی زندگی کے ساتھ علم وادب اور شعروشاعری کی دنیا میں ناموری حاصل کی ہے اور ہمارے لیے قابل قدر نمونے چھوڑے ہیں۔

وہاں قدیم زمانے سے دینی مدرسہ قام ہے، جہاں دینی علوم وفنون کی آب یاری ہوتی رہی ہے، جہاں کے ذمہ داران سے ملنے پر علم وعمل اور شعروادب کی خوشبو ملتی ہے، وہاں دارالاشاعت قائم ہے، جہاں سے معیاری دینی وعلمی کتابیں اشاعت پذیر ہوتی رہی ہیں۔ ان تمام امور سے اندازہ ہوتا ہے کہ خانقاہ مجیبیہ دوسری تمام خانقاہوں سے اپنا ایک الگ سوچ رکھتی ہے، جو مجمع البحرین یعنی علم وعمل کا نمونہ ہے، یہی اس کی سب سے بڑی خوبی ہے جو ہمیں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی سیرت پاک میں ملتی ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ خانقاہ مجیبیہ کے موجودہ جواں سال اور جواں فکر عالم دین حضرت مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری پھلواروی مدظلہ العالی کی ایک اہم تصنیف ’’خلافت وملوکیت اور حضرت عمر بن عبد العزیز‘‘ کے نام سے منظر عام پر آئی ہے جو دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے نہایت دیدہ زیب کتابت وطباعت کے ساتھ چھپی ہے، اس کے لیے ہم حضرت مولانا کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مصنف گرچہ جواں سال اور کم عمر ہیں، لیکن ان کے قلم میں روانی، پختگی، تازگی و رعنائی اور فکر میں وسعت و گہرائی اور علمی و دینی بصیرت بدرجہ اتم موجود ہے۔ وہ جو بات کہتے ہیں پورے

پختگی، علمی گہرائی اور دینی غیرت وحمیت کے ساتھ کہتے ہیں۔ پوری تحقیقات کی روشنی میں کہتے ہیں، وہ گرچہ پھلواری شریف کے ایک گوشۂ تنہائی میں بیٹھے ہوئے ہیں اور بظاہر دوسرے ذرائع علم سے کٹے ہوئے ہیں، لیکن اپنی معلومات کی وسعت اور جدید علمی و دینی افکار وخیالات کے لحاظ سے وہ دور جدید کے تمام خانقاہی حضرات سے علاحدہ ہی نہیں، بلکہ ممتاز ہیں۔ وہ ایک طرف آداب خانقاہیت سے پورے طور پر واقف ہیں، ان کے پابند ہیں۔ عالم باعمل ہیں، خداترس بزرگ ہیں، خدارسیدہ ہیں، ان کے چہرے بشرے سے نورانیت ٹپکتی ہے، جو ایک بڑے باعمل عالم دین کی شان ہے، لیکن جب ان کی تحریر پڑھئے تو وہاں ان کی دوسری شان نظر آتی ہے۔ وہاں وہ ایک محقق اور متلاشی حق وصداقت دکھائی دیتے ہیں، وہ حق گو اور حق پرست ہیں جو اپنی حق گوئی اور حق پرستی میں کمال دکھاتے ہیں۔ انہیں جہاں کوئی صحیح اور سچی بات نظر آجاتی ہے اس کو بلاچون و چرا قبول کر لیتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو وہ قول نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ: خذ ما صفا و دع ما کدر کی عملی تفسیر ہیں، حق پرستی وحق گوئی ان کا اصل وصف ہے، جو انہیں اپنے تمام معاصرین میں ممتاز کرتا ہے۔

اس راہ میں ان کی خانقاہیت ان کے مانع نہیں آئی۔ تحقیق کے میدان میں تحقیقی باتوں پر قائم رہنا اور انہیں کی روشنی میں کوئی صاف صاف کہنا دینی وعملی دیانت داری ہے جو عام طور پر تصوف کے حلقوں میں مفقود ہے، کیوں کہ یہاں تو عقیدت و محبت کی حکمرانی ہے، اور اسی کا سکہ رائج ہے، اسی لیے خانقاہی دنیا میں تحقیق وتنقید کی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری اس اعتبار سے قابل عزت واحترام ہیں کہ انہوں نے ایک بڑے خانقاہی ہوتے ہوئے تحقیق کی راہ اختیار کی ہے اور اسی راہ پر چلنے کا فیصلہ کیا ہے، یہ ان کی مومنانہ اور قلندرانہ شان ہے۔ جن کے بارے میں قرآن پاک میں بانگ دہل کہا گیا ہے:

وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ۝۳۳ —(الزمر)

ترجمہ: اصل ولی اور متقی وہی ہے جو سچائی کا پیغام دینے والا اور سچ کو سچ ماننے والا ہو۔

قرآنی ہدایت کے مطابق حضرت شاہ صاحب کی شخصیت ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے، ان کی خداترسی وہدایت یابی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان کے علم وآگہی میں مزید اضافہ کرے اور ایمانی طاقت وقوت وبصیرت سے انہیں مزید آراستہ کرے۔ آمین!

اس کتاب کے عنوان ہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ موضوع نہایت اہم، پیچیدہ اور تحقیق طلب ہے، اس پر قلم اٹھانے کے لیے علمی و دینی بصیرت، ایمانی طاقت وقوت اور تحقیقی جرأت ہونی چاہیے، کیوں کہ اچھے موضوع پر کچھ لکھنا یا کہنا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے، انہوں نے اس پُر پیچ وادی میں نہایت مومنانہ اور جرأت مندانہ قدم اٹھایا اور تحقیقات کی روشنی میں صحیح صحیح باتیں ہمارے سامنے رکھ دی ہیں۔ انہیں جیسی بے باک اور خداترس شخصیت کے بارے میں کسی شاعر نے کہا تھا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اس کتاب کی چند خوبیاں بیان کی جاتی ہیں جو قابل مطالعہ ہیں اور اہم ہیں۔ان کے مطالعہ سے کتاب کے ساتھ صاحب کتاب کی علمی پختگی، وسعت نظری اور تحقیقی نظریات و خیالات کی جھلکیاں ملتی ہیں۔اور معلوم ہوگا کہ مصنف کھلے دل و دماغ کا مالک ہے، جس میں ہر اچھی بات قبول کر لینے کی پوری صلاحیت موجود ہے اور تحقیقات کے لحاظ سے مثالی شخصیت ہے۔

(۱) اہم عناوین :

کتاب کو کھولتے ہیں ہمارے سامنے عناوین آتے ہیں، ان میں بعض عناوین اہم ہیں۔جن کے مطالعہ سے مصنف کی علمی و دینی بصیرت اور فکری وسعت و آگاہی کا ثبوت ملتا ہے، مثلاً حاکمیت الٰہی، خلیفہ کے لیے ضروری اوصاف و کمالات، انعقاد خلافت کے لیے قریشیت کی شرط، انعقاد خلافت کے طریقے، خلیفہ اور دوسرے غیر اسلامی حکمرانوں کا فرق، خلیفہ کے اختیارات، خلافت کی خصوصیات، دین میں طلب خلافت کی ممانعت، خلافت انتخابی منصب ہے، شوریٰ، خلافت راشدہ کی شورائیت، خلافت سے ملوکیت کی طرف، زمانۂ ملوکیت میں امور سلطنت کی تبدیلیاں، شورائیت کا خاتمہ، قانون الٰہی کی بالادستی کا خاتمہ، اظہار رائے کی آزادی کا خاتمہ، قومی عصبیتوں کا ظہور، عدلیہ کی آزادی کا خاتمہ، حضرت عمر بن عبد العزیز کا ابتدائی دور، تجدیدی کارنامے اور اصلاحات وغیرہ۔

(۲) مصادر و مراجع :

کسی کتاب کی اہمیت اور قدر و قیمت جاننے کے لیے اس کے مصادر و مراجع نہایت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، کیوں کہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کتنا وسیع النظر اور کتنا وسیع المطالعہ ہے، کون کون سی کتابیں اس کی نظر سے گذر چکی ہیں اور کس معیار کی ہیں اردو و فارسی، عربی زبان کی کتابوں کو پوری طرح سمجھنے کی صلاحیت ہے کہ نہیں، اس کے علاوہ جدید افکار و نظریات سے واقفیت کے لیے جدید مصنفین کی کتابیں اس کے مطالعہ میں آئی کہ نہیں، کیوں کہ ایک معیاری اور وزن دار مصنف کی پہچان یہی ہے کہ وہ ہر طرح کی کتاب پر گہری نظر رکھتا ہے اور مطالعہ کرتا ہے، تب ہی کوئی قابل قدر اور فیصلہ کن بات کہتا ہے۔ جس سے علمی و فکری دنیا میں اس کا مقام و مرتبہ بنتا ہے۔اس لحاظ سے جب ہم مذکورہ کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مصنف معیاری علم و آگہی کا مالک ہے، جس کی نظر سے تمام قدیم و جدید تصنیفات و تالیفات گذر چکی ہیں۔کتاب لکھنے سے قبل انھوں نے ہر طرح کی کتابیں مطالعہ کی ہیں۔عربی، فارسی، اردو کی تمام اہم اور قابل قدر کتابیں پڑھ چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں ہمیں عربی و فارسی کے مستند علما و مورخین کی کتابوں کے حوالے ملتے ہیں۔مثلاً طبقات ابن سعد، المعارف ابن قتیبہ، سیرت عمر بن عبد العزیز ابن جوزی، سنن ابی داؤد، صحیح مسلم، مسند امام احمد بن حنبل، ترمذی شریف، دلائل النبوۃ بیہقی، ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ، رسالہ در مسئلہ ائمہ اثنا عشر شاہ ابوالحسن فرد، مسئلہ خلافت شاہ محمد بدر الدین قادری پھلواروی جیسی اہم کتابیں دکھائی دیتی ہیں جو مصادر و مراجع کی دنیا میں معروف ہیں۔میرے خیال میں پچاس سے زائد کتابیں ہیں، جن سے استفادہ کرکے یہ کتاب لکھی گئی ہے اور ان کے حوالے پیش کئے گئے ہیں، جس کی وجہ سے یہ کتاب نہایت معتبر و مستند اور قابل وثوق کہی جا سکتی ہے۔

(۳) محققانہ انداز فکر اور اسلوب بیان :

یہ کتاب محققانہ طرز فکر کی ہے، جس کے لیے تحقیقی انداز فکر اور اسلوب بیان ہونا چاہیے، اس کے مصنف نے وہی انداز فکر اپنایا ہے، جو تحقیقی اور علمی کہا جاسکتا ہے، اس کتاب میں جو بات کہی گئی ہے وہ پوری تحقیقات کے بعد کہی گئی ہے اور اس کے لیے نہایت عام فہم اور سادہ زبان اختیار کی گئی ہے، جو تحقیقی کتاب کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً شوریٰ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے:

''حکومت کے قواعد وضوابط میں شوریٰ بھی شامل ہے، مسلمانوں کے معاملے کی بنیاد شوریٰ پر ہے، اس لئے نظام حکومت ان کے مشورے سے ہی چلانا چاہئے، قرآن مجید میں ہے:

وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ ۔(الشوریٰ:۳۸)

ترجمہ : اور ان (مسلمانوں) کے معاملات باہمی مشورے سے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے نبی اقدس ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! آپ ﷺ کے بعد اگر ہمارے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس کے متعلق ہمیں نہ تو قرآن میں کوئی حکم ملے اور نہ آپ ﷺ سے ہم نے کچھ سنا ہو تو ایسے معاملے میں ہم کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اجمعوا له العابدين من أمتي واجعلوه بينكم شورى ولا تقضوه برأي واحد۔(روح المعانی، سورۃ الشوریٰ:۱۳/۴۷)

ترجمہ : اس کے لئے میری امت کے عابدین (اہل الرائے) کو جمع کرو اور اس معاملہ کو باہمی مشورے کے لئے پیش کرو، کسی ایک شخص کی رائے پر فیصلہ مت کرو''۔(خلافت وملوکیت اور حضرت عمر بن عبدالعزیز، ص:۹۹-۱۰۰)

مصنف نے دوسرا باب بارہ خلفا کی تحقیق اور مسئلہ خلافت کے بارے میں قائم کیا، جس میں حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی کی تحقیقات پیش کی ہیں، یہ تحقیقات اہم اور دلچسپ ہیں۔ مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت فرد الاولیا قدس سرہٗ نے دلائل کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ بارہ خلفا کے نام کی صراحت کسی روایت میں نہیں ہے اور نہ یہ وضاحت ہے کہ وہ یکے بعد دیگر تسلسل کے ساتھ آئیں گے۔ مصنف نے مزید لکھا ہے کہ یہ بیان ایک مختصر رسالہ فارسی میں ہے۔(خلافت وملوکیت اور حضرت عمر بن عبدالعزیز، ص:۱۱۲)

انہوں نے فارسی رسالہ اور اس کا اردو ترجمہ کر دیا ہے جو وہاں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۴) ایمانی ہمت وجرأت :

اس کتاب میں مصنف کی ایک اور خوبی نظر آتی ہے اور وہ ہے ان کی ایمانی ہمت وجرأت اور پوری بے باکی کے ساتھ اپنی صحیح بات کہنے کا اسلوب بیان۔ مصنف نے موضوعات کا خیال کرتے ہوئے پوری دیانت داری کے ساتھ اپنی باتیں رکھی

ہیں اور جو موضوع جس تفصیل اور جس حقیقت بیانی کا طالب تھا انہوں نے اسی کا برملا اظہار کیا ہے اور بڑی ایمانی جرأت وہمت کے ساتھ اپنا اظہار خیال کیا ہے ۔مثلاً: خلیفہ اور دوسرے غیر اسلامی حکمرانوں میں فرق کے ذیل میں جو حقائق پیش کئے گئے ہیں، وہ پوری بے باکی کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں ۔فرماتے ہیں:

”اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ خلافت اور جمہوریت دونوں ایک شئی ہے،خلیفہ اور دوسرے غیر مسلم حکمرانوں میں کوئی فرق نہیں ہے، جب کہ خلیفہ اور صدر مملکت اور خلیفہ و بادشاہ میں بھی بہت بڑا فرق ہے،سب سے بڑا اور واضح فرق یہ ہے کہ خلیفہ حکومت الٰہی کا علمبردار ہوتا ہے اور غیر مسلم حکمراں انسانوں کے قائم کردہ حکومتوں کے اور اسلامی طرز حکومت کی مثال اسلام کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی ۔بادشاہ اور دوسرے غیر مسلم حکمرانوں کو مطلقاً وضع قانون کا اختیار حاصل ہے لیکن خلیفہ کو اختیار نہیں ہے کیونکہ حکومت الٰہیہ کے قوانین اللہ ورسول کے وضع کردہ ہیں جس کو صرف خلیفہ نافذ اور جاری کرسکتا ہے، وضع قانون تو کیا اسلامی قوانین میں ترمیم و تنسیخ بھی نہیں کرسکتا ہے البتہ اس سے اخذ واستنباط کرسکتا ہے یعنی ایک مقررہ قانون کو معلوم کر کے پیش آنے والے جزئیات کو اس پر منطبق کرسکتا ہے اور جزئیات کو اسلامی قوانین کے مطابق بنا سکتا ہے“ــــ(خلافت وملوکیت اور حضرت عمر بن عبدالعزیز، ص:۸۸)

خلاصہ یہ ہے کہ مصنف نے یہ کتاب بڑی محنت سے لکھی ہے اور علمی مواد کو اکٹھا کرنے میں بڑی تلاش وجستجو سے کام لیا ہے، جو لائق ستائش ہے۔

****

ضروری اعلان

مدت خریداری معلوم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کے نام و پتہ کے اوپر جہاں مثلا 2730/08(Upto Dec. 2021) لکھا ہے، اس کا مطلب ہے کہ آپ کا خریداری نمبر 2730/08 ہے اور Upto Dec. 2021 کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری دسمبر ۲۰۲۱ء میں ختم ہوگئی ہے، آپ کے ذمہ ۲۰۲۲ء کا زرتعاون باقی ہے۔

لہٰذا رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ لکھنا نہ بھولیں ۔جو حضرات چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں رقم بھیجنا چاہیں ــــ تو اس پر صرف "Darul Esha'at" تحریر کریں۔

A/c No. : **1271488319**, A/c Name : **DARUL ESHA'AT**
IFSC Code : **CBIN-0282779**
Central Bank of India, Branch: Anisabad, Patna-800002 (Bihar)
Cell No. : +91-7250433562, 9006306098

ــــ سرکولیشن منیجر

احکام اسلامی

ادارہ مباحث فقہیہ (جمعیۃ علماء ہند) کی جانب سے ستر ہویں فقہی اجتماع (منعقدہ بنگلور) کے لئے جی ایس ٹی سے متعلق کچھ سوالات آئے تھے جن کے جوابات قارئین کی معلومات کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں۔ اس فقہی اجتماع میں اتفاق رائے سے سرکاری اداروں سے ملی ہوئی سودی رقم جی ایس ٹی میں دینے کی گنجائش دی گئی ہے۔ سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

(۱) جی ایس ٹی میں سرکاری اداروں سے حاصل شدہ سودی رقم صرف کرنا کیسا ہے؟

جواب: سودی رقم کی حیثیت مال خبیث کی ہے۔ فقہاء کرام کے نزدیک مال خبیث کا حکم یہ ہے کہ مال خبیث کو اس کے مالک کو واپس کر دیا جائے اور اگر مالک کو واپس کرنے کی کوئی صورت نہ ہو سکے تو اس کو ثواب کی نیت کے بغیر صدقہ کر دیا جائے۔ مال خبیث کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے۔

ولو مات مسلم وترك ثمن خمر باعها هو لا يحل لورثته ان يأخذوا ذلك لأنه كالمغصوب۔

قال في النهاية: قال بعض مشائخنا: كسب المغنية كالمغصوب لم يحل اخذه. وعلى هذا قالوا: لو مات رجل وكسبه من بيع الباذق اوالظلم او اخذ الرشوة يتورع الورثة ولا يأخذوا منه شيئاً وهو اولى لهم. ويردونها على اربابها ان عرفوهم والا تصدقوا بها لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق اذا تعذر الرد على صاحبه۔(تبيين الحقائق، البحر الرائق، رد المحتار۔ كتاب الكراهية. فصل في البيع)

جی ایس ٹی (Goods and ServicesTax) سرکاری ٹیکس ہے جس میں مختلف قسم کے ٹیکسوں کو ملا دیا گیا ہے۔ یہ ٹیکس حکومت عوام سے جبراً وصول کرتی ہے۔ تمام سامان کی خریداری پر گاہک سے سامان کے ثمن کے ساتھ اس کو بھی لیا جاتا ہے۔ اس جبری ٹیکس سے عوام کو کوئی خاص فائدہ بھی نہیں پہنچتا۔ چونکہ اس کی رقم حکومت کے خزانے میں جاتی ہے اس لئے سرکاری بینک کی سودی رقم کو اس ٹیکس میں دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ سودی رقم مال خبیث ہے اور اس کا حکم صاحب مال کو

واپس کرنا ہے۔ جی ایس ٹی میں سودی رقم کو دینے سے حقیقت میں ’’رد الی المالک‘‘ یعنی مالک کو لوٹانا پایا جارہا ہے۔ یعنی سرکار سے ملی ہوئی سودی رقم کو اس کے مالک یعنی حکومت کے خزانے میں واپس کیا جارہا ہے۔ یہاں پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ پرائیویٹ بینک سے ملی سودی رقم کو جی ایس ٹی میں نہیں دے سکتے کیونکہ اس میں مالک کی طرف واپس کرنے کی صورت نہیں پائی جاتی ہے۔

(۲) اگر گنجائش ہے تو کس کے لئے؟ گاہک کے لئے یا تاجر کے لئے؟ گاہک کی طرف سے ادا کردہ پوری رقم سامان کا ثمن (قیمت) شمار ہوگی یا جی ایس ٹی کے بقدر ثمن کا حصہ ناروا ٹیکس مانا جائے گا؟

جواب: جی ایس ٹی میں سودی رقم دینے کی گنجائش خریدار کے لئے ہوگی۔کیونکہ خریدار ہی اس ٹیکس کو ادا کرتا ہے۔دوکاندار یا تاجر یہ ٹیکس ادا نہیں کرتا، اگر کچھ ادا کرتا ہے تو بعد میں حکومت سے وصول کرلیتا ہے۔اگر دوکاندار یا تاجر کو بھی جی ایس ٹی کی رقم دینی پڑے اور واپس ملنے کی امید نہ ہو تو وہ بھی سرکاری بینک یا کسی سرکاری ادارے سے ملی ہوئی سودی رقم اس میں دے سکتا ہے۔

جی ایس ٹی کو چھوڑ کر باقی رقم سامان کی قیمت شمار ہوگی۔عام طور پر بل میں اس کی صراحت ہوتی ہے کہ سامان کی قیمت یہ ہے اور اس پر جی ایس ٹی میں اتنی رقم ادا کرنی ہے۔اس لئے جبری ٹیکس ہونے کی وجہ سے جی ایس ٹی کے بقدر حصہ میں سودی رقم دی جاسکتی ہے۔

(۳) اگر جی ایس ٹی پہلے جمع کردیا گیا اور بعد میں سودی رقم حاصل ہوئی تو کیا جمع کی ہوئی رقم کے بقدر سودی رقم سے انتفاع کی گنجائش ہوگی؟

جواب: اصل یہی ہے کہ ٹیکس دینے کے وقت نیت کی ہو کہ سودی رقم میں سے دے رہے ہیں۔کیونکہ ادائے گی کے وقت نیت ہونی چاہیے۔

(۴) بسا اوقات تاجر جی ایس ٹی ملحوظ رکھکر سامان فروخت کرتا ہے لیکن گاہک کو پکا بل نہیں دیتا بلکہ بغیر بل کے یا کچے بل کے ساتھ سامان فروخت کردیتا ہے۔ایسی صورت میں کیا گاہک کے لئے سودی رقم کا کچھ حصہ جی ایس ٹی میں دینے کی نیت سے شامل کرنا درست ہے؟

جواب: جہاں صراحت سے جی ایس ٹی کی مقدار معلوم ہو وہاں سودی رقم سے اس کی ادائیگی کی جاسکتی ہے اور جہاں جی ایس ٹی کی صحیح مقدار معلوم نہ ہوسکے تو وہاں سودی رقم دینا درست نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں سامان کی قیمت میں سودی رقم شامل ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور سامان کی قیمت میں سودی رقم دینا سود کو استعمال کرنا ہے جو کہ حرام ہے۔

(۵) دوکاندار بسا اوقات ایسا بھی کرتا ہے کہ گاہک سے جی ایس ٹی تو وصول کرلیتا ہے لیکن بعد میں کسی تدبیر کے

ذریعہ ریٹرن فائل نہیں کرتا۔ایسی صورت میں جی ایس ٹی کے عنوان سے وصول کی ہوئی رقم کو سامان کی مکمل قیمت قرار دے کر دوکاندار کے لئے رکھنا جائز ہوگا؟ اگر نہیں تو اتنی رقم کا مصرف کیا ہوگا؟

جواب : جب وہ رقم خریدار نے جی ایس ٹی کے نام پر حکومت کے خزانے میں پہنچانے کے لئے سودی رقم میں سے دی ہے تو دوکاندار پر لازم ہوگا کہ اس رقم کو حکومت تک پہنچائے۔وہ رقم سامان کی قیمت نہیں ہے کیونکہ وہ سامان کی قیمت علیحدہ لے چکا ہے۔وہ حکومت کا ٹیکس ہے۔اس کو کسی بھی حال میں حکومت تک پہنچانا ضروری ہوگا۔دوکاندار اس رقم کو اپنے استعمال میں نہیں لا سکتا ہے۔

(۶) سود کے مصرف کے بارے میں بالعموم لکھا جاتا ہے کہ ثواب کی نیت کے بغیر غرباء کو دیدیا جائے۔اب اگر ناروا ٹیکسوں کے ذریعہ مالک تک پہنچانے کی شکل موجود ہو تو کیا ان ٹیکسوں میں سودی رقم صرف کرنے کو ضروری قرار دیا جائے گا؟

جواب : مال خبیث کا اصل حکم یہی ہے کہ اس کے مالک کو واپس کردیا جائے،اگر یہ صورت دشوار ہو تو ثواب کی نیت کے بغیر غریب لوگوں کو صدقہ کردیا جائے۔اس لئے سرکاری اداروں اور سرکاری بینکوں سے ملی ہوئی سودی رقم کو سرکاری ٹیکسوں میں دینا چاہئے۔البتہ پرائیویٹ اداروں اور پرائیویٹ بینکوں سے ملی ہوئی سودی رقم کو اگر اس کے مالک تک واپس کرنا دشوار ہو تو فقراء کو ثواب کی نیت کے بغیر دیا جائے گا۔فقط ھذا ما ظھر لی واللہ تعالی اعلم

بدر احمد مجیبی
دارالافتاء خانقاہ مجیبیہ
پھلواری شریف

توجہ طلب

سہ ماہی مجلہ ’’المجیب‘‘ میں شائع ہونے والے مضامین میں حسب ضرورت تلخیص اور الفاظ وتراکیب کی تصحیح کرنی پڑتی ہے۔

اہل قلم حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اِسے گوارہ فرمائیں۔بصورت دیگر ہماری معذرت قبول فرمائیں — (ادارہ)

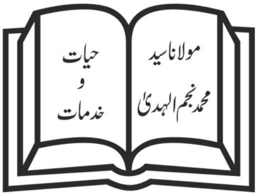

نقد و تبصرہ

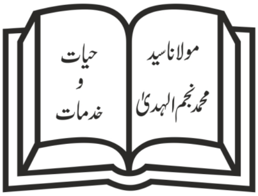

کتاب کا نام	:	مولانا سید محمد نجم الہدیٰ ــــ حیات وخدمات	مصنف	:	ڈاکٹر نور الہدیٰ شمسی
مبصر	:	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی			
ضخامت	:	۱۶۰/صفحات	سن اشاعت	:	۲۰۲۲ء
قیمت	:	۲۵۰/روپئے	طباعت	:	دی پرنٹ زون، پٹنہ۔ ۶
ملنے کے پتے	:	(۱) ہدیٰ منزل، درگاہ گھیرا، پوسٹ مہندرو، پٹنہ۔ ۶			
		(۲) بک ایمپوریم، اردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ۔ ۴			

مولانا سید محمد نجم الہدیٰ رجہتیؒ ایک اچھے عالم ومدرس تھے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ سے فارغ تھے اور وہیں تدریس کے شعبے سے وابستہ تھے۔ وہاں سے ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے دوسرے مختلف اداروں میں بھی تدریس کا کام کیا تھا، اورینٹل کالج پٹنہ سیٹی میں صدر شعبہ عربی وفارسی اور ایوب اردو گرلس ہائی اسکول پٹنہ میں ناظم تعلیمات عربی واسلامیات کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔ تاعمر درس قرآن کا بھی سلسلہ جاری رکھا۔ اس اعتبار سے پٹنہ شہر میں ان کا کافی احترام ووقار تھا۔ ان کے تلامذہ کافی تعداد میں ہیں جو علم وتحقیق کے کام سے منسلک رہے اور ہیں۔ مولانا علم وفضل میں امتیاز کے باوجود بڑے نیک اور سادہ مزاج تھے۔ ان کا آبائی اصل وطن نوادہ ضلع کی رجہت نامی بستی ہے۔ یہاں حسنی سادات کا خاندان آباد رہا ہے۔ جس میں متعدد قاضی اور بزرگان دین گزرے ہیں۔ ان کا نانیہال چھوٹا شیخ پورہ ضلع نوادہ ہے۔ وہ بھی سادات کی بستی ہے۔

مولانا کے اساتذہ میں مولانا شاہ عبید اللہ قادری المجہریؒ، مولانا محمد سہول عثمانی بھاگلپوریؒ، مولانا ظفر الدین قادریؒ، مولانا سید محمد دیانت حسین دربھنگویؒ، مولانا محمد اصغر حسین بہاریؒ مدرسین مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ ہیں۔

مولانا کے تلامذہ میں پروفیسر عبد المغنی مشہور عالم و دانشور وناقد، ڈاکٹر محمد غفار صدیقی سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسٹی، ڈاکٹر قاضی عبد الوارث، پروفیسر یونس مشہدی، مولانا عبد القیوم شمسی، ڈاکٹر حسن رضا خاں صاحب وغیرہ ہیں۔

مولانا نے پٹنہ کی متعدد مساجد میں امامت وخطابت بھی فرمائی ہے۔ٹریننگ اسکول مہندرو پٹنہ کی مسجد میں چالیس سالوں تک امام وخطیب رہے،امامت کے ساتھ قرآن کا درس بھی دیتے تھے۔عید گاہ شاہ ارزاں میں عیدین کی امامت و خطابت تیس سالوں تک انجام دی۔جامع مسجد دریاپور میں دس سالوں تک درس قرآن دیا۔جمعہ وعیدین کا خطبہ عام فہم انداز میں عوام الناس کے لئے ہوتا تھا۔اس لئے بلاتفریق مسلک ہر مکتب فکر کے اشخاص دور دور سے جمعہ کا خطبہ سننے کے لئے آتے تھے۔

مولانا کے والد محترم کا نام سید شاہ شمس الضحیٰ تھا۔مولانا کی ولادت یکم مئی ۱۹۱۲ء میں ہوئی اور ۸۳ سال کی عمر میں طویل علمی و دینی خدمات انجام دینے کے بعد انہوں نے ۲؍اگست ۱۹۹۵ء مطابق ۴؍ربیع الاول ۱۴۱۶ھ کو دار فانی کی طرف رحلت کی۔

مولانا کی حیات وخدمات پر ان کے بڑے صاحبزادے اور مشہور صاحب قلم جناب ڈاکٹر مولانا نور الہدیٰ شمسی صاحب نے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے جو بہت تاخیر سے یعنی مولانا کی وفات کے ستائیس سال بعد اشاعت پزیر ہوئی ہے۔لیکن دیر آید درست آید کے مصداق ہے۔اس کے مشتملات درج ذیل ہیں۔

شروع میں جناب ظفر حسنین صاحب نائب مدیر سہ ماہی المجیب کا پیش لفظ ہے۔مقدمہ مصنف کتاب ڈاکٹر نور الہدیٰ شمسی صاحب کا تحریر کردہ ہے،اس کے بعد خاندانی پس منظر،حالات زندگی،خدمات (تدریسی خدمات،دینی واصلاحی خدمات) کا تذکرہ ہے،اساتذہ،تلامذہ کے عنوان سے ابواب ہیں جن میں ان کے اساتذہ وتلامذہ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔اس کے بعد مولانا کے بارے میں مختلف اہل علم کے تاثرات ہیں جن میں اکثر ان کے شاگرد حضرات ہیں۔معاصرین کے عنوان سے مولانا کے انیس (۱۹) معاصر علماء وفضلاء کا تذکرہ ہے۔جن میں مولانا شاہ عون احمد قادریؒ،مولانا شاہ عزالدین قادری ندویؒ، مولانا سید احمد عروج قادریؒ،مولانا سید شاہ اسماعیل روح کاکویؒ،مولانا سید صدر الحقؒ کے حالات بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد بزرگان رجہت کا تذکرہ ہے۔نسب نامہ اور قطعہ تاریخ وخراج عقیدت ہے۔

آخر میں مولانا کے طرز نگارش کے نمونہ کے لئے مولانا کے ایک رسالہ کو مصنف نے شامل کیا ہے۔رسالہ کا نام مسائل روزہ معروف بہ ’’تحفہ رمضان‘‘ ہے۔یہ تقریباً بیس صفحات کا رسالہ ہے جس میں روزہ،تراویح،اعتکاف،صدقہ فطر،نماز عید کے مسائل واحکام بیان کئے گئے ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا سید محمد نجم الہدیٰؒ نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ سے فراغت کے بعد مزید تعلیم اور بزرگوں سے فیض حاصل کرنے کے لئے کچھ عرصہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں رہ کر امیر شریعت ثالث حضرت مولانا شاہ محمد قمر الدین قادریؒ اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا شاہ محمد نظام الدین قادریؒ سے فقہ وعقائد کی تعلیم حاصل کی تھی اور وہ خانقاہ کے بزرگوں کا بہت احترام کرتے تھے۔اس کتاب میں اس کا ذکر موجود ہے۔

"اس دوران مولانا شاہ عبید اللہ المجہریؒ کی ایماء پر دارالعلوم خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف چلے گئے اور وہاں کے بزرگان سے کسب فیض کیا۔ حضرت مولانا سید شاہ قمر الدین صاحبؒ اور حضرت مولانا سید شاہ نظام الدین صاحبؒ سے تفسیر، حدیث، فقہ وعقائد کی تعلیم حاصل کی، ان بزرگوں سے انہیں بڑی عقیدت تھی جس کا ذکر اکثر کیا کرتے تھے"۔ (ص ۳۰)

اس کتاب میں ایک کمی نظر آتی ہے کہ مولانا کے آبائی وطن رجہت اور ان کی نانیہال چھوٹا شیخ پورہ جہاں مولانا کا بچپن گزرا ہے ان دونوں بستیوں کے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں ہیں۔ وہ سادات کی قدیم بستیاں ہیں اور وہاں مشائخ واہل علم حضرات گزرے ہیں تو ان کی پوری تفصیلات آنی چاہیے تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مولانا سید نجم الہدیٰؒ کے حالات میں یہ کتاب قابل قدر ہے۔ کمپوزنگ اور طباعت بھی عمدہ ہے، قیمت بھی زیادہ نہیں ہے۔ مصنف ڈاکٹر نور الہدیٰ شمسی صاحب اس محنت وکوشش کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

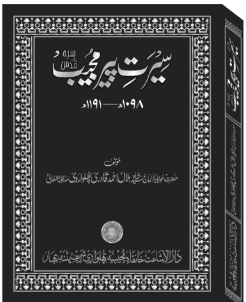

سیرتِ پیر مجیب قدس سرہ

(جدید ایڈیشن مع اضافہ)

مؤلف

حضرت مولانا الحاج سید شاہ ہلال احمد قادری پھلواروی مدظلہ العالی

خانوادۂ مجیبیہ کے ایک نکتہ سنج، دقیقہ رس، ذی وقار عالم حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری مدظلہ العالی کی مایۂ ناز گرانقدر تالیف ہے، جس میں بانیٔ خانقاہ مجیبی حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ کے علمی وعرفانی کمالات، دینی خدمات، ارشاد وہدایت، تربیت وتزکیۂ نفوس کے طریقے، خانقاہ مجیبی کی خصوصیات، حضرت کے کرامات وتصرفات، خلفاء ومجازین اور ہم عصر علماء ومشائخ کے حالات نہایت احسن پیرایے میں تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب خانقاہ کے بزرگوں کے حالات زندگی پر ریسرچ کرنے والوں کے لئے انمول تحفہ ہے، جو بہت ساری نادر ونایاب کتب ورسائل اور قلمی نسخہ جات کا جامع مجموعہ ہے۔ یہ کتاب ایک اہم تاریخی دستاویز کے ساتھ ساتھ واقعات وحالات کا ایک دلچسپ مرقع بھی ہے، جسے ترتیب دے کر مؤلف نے قارئین ومستفیدین پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ پوری کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے، جس کے ہر باب کے اندر کثیر معلومات اور ان گنت شواہد کے ذخائر موجود ہیں۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر مستند تاریخ، جامع سوانح ہے، جو دیدہ زیب طباعت اور خوشنما سرورق سے مزین 480 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی قیمت محض -/400 روپے ہے۔ دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے آج ہی حاصل کیجئے اور اپنی معلومات میں اضافہ کیجئے۔

رابطہ : +91-7250433562, 9006306098

قند پارسی

• حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقبؔ قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

یک تن ہزار تن آئینہ خانہ ات ❁ یک جاں ہزار جان بود بر نشانہ ات
عالم اسیر گشت بسودائے زلف تو ❁ ہر حلقۂ ز موئے تو زنجیر خانہ ات
دل را بسوئے خویش ز ہر رشتہ می کشد ❁ ہر تار موئے زلف تو از ہر دو شانہ ات
قمری بقامتت خوش و طوطی بلعل لب ❁ بلبل فدائے وصف رخ و مرغ دانہ ات
ہر عہد می رود ہمہ در یاد عہد تو ❁ قربان ہر زمانہ شود بر زمانہ ات
مشتاقِ حسن روئے تو شد دیدہ و دلم ❁ اے کاش سرفراز کنی ہر دو خانہ ات
تفریح جاں خرامش من گردِ کوئے تو ❁ تمکین من، سکون و دلم، آستانہ ات
تارے ز رشتۂ رگِ جانم بساز عشق ❁ گاہے نمی زند نفسے جز ترانہ ات
ہر جاست سیل سلسلۂ جوئے مہر تو ❁ گنجینہ ہا بہر طرف است از خزانہ ات
جنبش بتار رشتۂ عالم اشارہ ات ❁ اسباب و علتے کہ میانش بہانہ ات
اے رند کہنہ نوش جد الب مکن ز جام ❁ زیر حریم میکدہ اش آشیانہ ات
غم برق آتشیں جہاں سوز را شہابؔ ❁ چوں می کنی کہ بر فلک است آشیانہ ات

ثاقبؔ بہ مجلس طربش اہل ذوق را
دل پارہ می کند غزلِ عاشقانہ ات

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

پھر اضطرابِ نگاہ لے جا پھر آرزوئے قیام لے جا

● محمد آیت اللہ قادری پھلواروی

صبا مدینے کی سمت ہو کر مرے درود و سلام لے جا ❁ پھر اضطرابِ نگاہ لے جا پھر آرزوئے قیام لے جا

بسوئے آں رہبرِ دو عالم بنائے کونین و فخر آدم ❁ غریب کا شوق خام لے جا، یہ جذبۂ ناتمام لے جا

بنائے بنتی نہیں ہے کوئی عجب ہے اک کیفیت ہماری ❁ ہمارے آنسو، ہمارے نالے بیادِ خیر الانام لے جا

حضور سے جا کے تو بتا دے یہ عالم جذب و شوق اپنا ❁ میں تیرے صدقے میں تیرے قرباں مری طرف سے پیام لے جا

خدا کے فضل و کرم سے مجھ پر توجہ اپنی حضور رکھیں ❁ مری تمنائے روح پرور صبا بصد احترام لے جا

سَلَامُ رَبِّیْ عَلٰی نَبِیِّ سَلَامُ رَبِّیْ عَلٰی نَبِیِّ ❁ صبا برائے قبولیت یہ وظیفۂ صبح و شام لے جا

سند ہے عشق رسول جن کا انھی کا ادنیٰ غلام ہوں میں ❁ مری یہ فریاد اے صبا تو بحق خواجہ نظام لے جا

یہ آیتؔ بے نوا کی تجھ سے بس ایک ادنیٰ سی التجا ہے
کہ سوئے خیر البشر سلام غلام ابن غلام لے جا

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

تضمین بر غزل حضرت فرد پھلواروی قدس سرہ

● ڈاکٹر شاہ التفات امجدی ــــ خانقاہ امجدیہ سیوان

بزم رندان است ایں جا آہے واہے دیگر است
بادۂ پیر مغاں شام و پگاہے دیگر است
مستیٔ چشمش دگر فیضِ نگاہے دیگر است
”ما قلندر مشرباں را رسم و راہے دیگر است
خاکساراں را دریں رہ عز و جاہے دیگر است“

مسکرا کے میں اٹھاتا رہتا ہوں ناز صنم
روز افزوں ہے جنوں ہوتا نہیں ہے جوش کم
اب نہیں ہٹنے کے ہیں راہِ وفا سے یہ قدم
”باختن جاں در قمارِ عشق باشد طاعتم
طاعتِ ایں جا دگر جرم و گناہے دیگر است“

نظروں میں ناز و ادا اور دل میں ہے تصویر یار
ہے کہاں زنار و فانوس و اذاں پر اعتبار
مجھ کو واعظ چاہیے تنہائی کا خوش کن دیار

''کاروبارم دیگر و با زاہد و شیخم چہ کار
کعبۂ ما از درِ دولت پناہے دیگر است''

نفرت شیخ و برہمن سے نہیں کچھ مجھ کو یافت
آئینہ سینے کو رکھنا ہے میری سیرت کی ساخت
میرے دل کے واسطے کچھ بھی نہیں اشراق و چاشت

''جبہ و دستار رہن بادہ کردن دین ماست
رندم از کوئے مغانم سجدہ گاہے دیگر است''

مال و زر دنیا کا میرے دل کی خاطر ہے زیاں
بے حقیقت ہیں نظر میں یہ زمین و آسماں
بے نشاں ہیں امجدیؔ میرے لیے وہم و گماں

''سوختم در یک نفس ہر نقد جنس دو جہاں
برق خرمن سوز ہستی فردؔ آہے دیگر است''

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سہ ماہی
المُجیب
میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

نعت شریف

- نتیجۂ افکار محی سجادۂ مجیبیہ امیر شریعت ثانی مولانا سید شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہ
- ترجمۂ منظوم : مولانا محمد عاصم قادری — خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

نعت شریف	ترجمۂ منظوم
سر بپائے تو یا رسول اللہ ﷺ	سر ہے قدموں میں یا رسول اللہ ﷺ
جاں برائے تو یا رسول اللہ ﷺ	آپ کی، جاں نوا، رسول اللہ ﷺ
دل کش و دل ربائے خوبانست	دل کش و دل ربائے خوباں ہے
ہر ادائے تو یا رسول اللہ ﷺ	آپ کی ہر ادا رسول اللہ ﷺ
دیدہ و سینہ و دل و رگِ جاں	دیدہ اور سینہ اور دل و رگِ جاں
ہمہ جائے تو یا رسول اللہ ﷺ	آپ ہیں سب ہی جا، رسول اللہ ﷺ
بس گزیدیم من ز ہر دوسرا	دو جہاں میں مجھے ہے بس مقبول
یک سرائے تو یا رسول اللہ ﷺ	آپ کی اک سرا، رسول اللہ ﷺ
من چہ گوئیم چوں ثنا گوید	میں کہوں کیا ثنا؟ خدا آپ کی
خود خدائے تو یا رسول اللہ ﷺ	کر رہا ہے ثنا، رسول اللہ ﷺ
نتواں یافتن مراد مگر	پا نہ سکتا کوئی مرادیں مگر
از دعائے تو یا رسول اللہ ﷺ	آپ کر دیں دعا، رسول اللہ ﷺ

جائے نعلین ہر دو چشم باد ❁ جائے نعلین ہوں، مری آنکھیں
کفش پائے تو یا رسول اللہ ﷺ ❁ آپ کی کفش پا، رسول اللہ ﷺ
نکند بہ مرا ز دردِ کہن ❁ مجھ کو دردِ کہن نہ چھوڑے مگر
جز دوائے تو یا رسول اللہ ﷺ ❁ آپ کی ہو دوا، رسول اللہ ﷺ
تر زبانیم ہمچو مرغِ چمن ❁ تر زباں ہم ہیں مثلِ مرغِ چمن
در نوائے تو یا رسول اللہ ﷺ ❁ مدح کرنے میں یا رسول اللہ ﷺ
تافتہ روئے خود ز برگ و نوا ❁ مال و دولت سے منہ ہے موڑے ہوئے
بے نوائے تو یا رسول اللہ ﷺ ❁ آپ کا بے نوا، رسول اللہ ﷺ
بر ہمہ انبیا سبق بردہ ❁ سب نبیوں پہ سبقتیں لے گیا
اصطفائے تو یا رسول اللہ ﷺ ❁ آپ کا اصطفا، رسول اللہ ﷺ
جویند از حق رضاش ومی جوید ❁ ڈھونڈتے ہیں خدا سے ان کی رضا
حق رضائے تو یا رسول اللہ ﷺ ❁ حق کی خود ہیں رضا، رسول اللہ ﷺ
می دھد جان و خان مانِ محی ❁ محی دیتے ہیں جان و مال اس لئے
بلقائے تو یا رسول اللہ ﷺ ❁ آپ سے ہو لقا رسول اللہ ﷺ

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

نعت شریف

● شکیل سہسرامی — پٹنہ

سب کو جینے کا قرینہ مل گیا ❁ اسوۂ شاہ مدینہ مل گیا
دین حق سینہ بہ سینہ مل گیا ❁ اپنی بخشش کا دفینہ مل گیا
ہو مبارک آپ کو یہ گلستاں ❁ مجھ کو صحرائے مدینہ مل گیا
کیوں نہ اس کو ناز ہو تقدیر پر ❁ جس کو آقا کا پسینہ مل گیا
پھر ہماری آرزوئیں جی اٹھیں ❁ پھر ہمیں حج کا مہینہ مل گیا
یوں ملے ہم عاصیوں کو مصطفیٰ ❁ جیسے مفلس کو نگینہ مل گیا

صورتِ سرکارِ دو عالم شکیل
ہم کو رحمت کا خزینہ مل گیا

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

نعت شریف

● حاتم رضا — متعلم شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی

سینے میں میرے حسرت و ارمانِ نعت ہے
باغ جناں سے اعلیٰ خیابانِ نعت ہے

لکھنے کی نعت مجھ کو سعادت نصیب ہو
سرکار عشق آپ کا ایمانِ نعت ہے

ہر گوشۂ حیات سے آتی ہے یہ صدا
ہر شعبۂ حیات میں امکانِ نعت ہے

خیر البشر کی مدح کروں میری کیا مجال
فضل خدا سے مجھ پہ یہ احسانِ نعت ہے

نعت رسول لکھوں نہ حاتمؔ میں کس لیے
جب ساری کائنات ہی عنوانِ نعت ہے

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

قطعۂ تاریخ وفات وتعزیت

برانتقال شاہ وجہ اللہ قادری علیہ الرحمہ

● سراج اجملی — شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اے خداوندِ جہانِ رنگ و بو
مرگ کی زد میں ہیں کیا کیا آفتاب
آج پھلواری سے آئی ہے خبر
خانقہ پر غم کا چھایا ہے سحاب
ہے سراجِ اجملی کی تعزیت
صاحبِ سجادہ آیت کے جناب
''وائے'' بے دل ہو کے ہے عرض گذار
۱۶
''شاہ وجہ اللہ کو کر غفراں مآب''
۲۰۲۲ = ۱۶ + ۲۰۰۶

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

کوائف وحالات

● ادارہ

راز و نیاز بلبل وگل ہم سے پوچھئے ❖ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی.................................کچھ دوسروں کی

وفیات

والدہ محترمہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری ؒ کی رحلت :

۱۵ ؍محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۴؍اگست ۲۰۲۲ء کو خانقاہ مجیبیہ اور یہاں کے متعلقین ایک بڑے حادثہ سے دو چار ہوئے جب حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ نے حیات جاودانی کی طرف رحلت کی۔ وہ امیر شریعت ثالث حضرت مولانا شاہ محمد قمر الدین قادری قدس سرہ کی بڑی صاجزادی اور حضرت مولانا شاہ عین احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔حضرت مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی صاحب سجادہ خانقاہ مجیبیہ کی رشتہ میں دادی تھیں۔ حضرت مولانا شاہ عین احمد قادری ؒ کی جوانی میں رحلت کے بعد اپنے عم مکرم وخسر محترم حضرت مولانا شاہ محمد نظام الدین قادری قدس سرہ کے ساتھ رہیں اور حضرت ؒ کی سرپرستی وشفقت میں اپنے صاجزادے حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری ؒ اور صاجزادی کی پرورش وتربیت کی۔

وہ بہت نیک مزاج وخوش اخلاق اور خاندان کے افراد سے محبت وشفقت کرنے والی تھیں۔عبادت گزار اور نوافل کی پابند تھیں۔اللہ تعالی نے ان کی زندگی کو دوسروں کے لئے صبر واستقامت کا نمونہ بنادیا تھا۔ان کی حیات میں ہی پہلے ان کی صاجزادی کا انتقال ہوا۔اس کے چند سال بعد علم وسلوک کے جامع مشہور ومعروف صاجزادے حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری ؒ نے مختصر علالت کے بعد رحلت کی۔اب ان کی وفات کے دو سال کے بعد خود بھی اپنے والد ماجد، خسر محترم، شوہر مکرم،

صاحبزادی اور صاحبزادے سے ملنے دار آخرت کو روانہ ہوگئیں۔انہوں نے طویل عمر پائی اور پوری زندگی صوم وصلاۃ،قرآن کریم کی تلاوت واوراد واذکار کی پابندی اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور اخلاق ومحبت میں بسر کی۔

مولانا شاہ ہلال احمد قادریؒ کی وفات سے ان پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور بہت متاثر ہوئیں ،اس کے بعد سے برابر علیل رہنے لگیں،ہمیشہ ان کی یاد اور ان کا تذکرہ کرتی رہتی تھیں۔ایک مہینے سے علالت میں زیادتی ہوئی اور آخر ۱۵ ؍محرم الحرام کو دن میں دو بجے کے قریب انہوں نے وفات پائی۔

۱۵ ؍محرم الحرام کو ہی نماز عشاء کے بعد مسجد خانقاہ مجیبیہ میں نماز جنازہ ہوئی۔حضرت مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی صاحب سجادہ خانقاہ مجیبیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور باغ مجیبی میں حضرت مولانا شاہ عین احمد قادریؒ کے پاس ان کی تدفین عمل میں آئی۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے،درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے۔

جناب عبدالاحد صاحب (عیسیٰ پور) کی وفات :

۱۵ ؍محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۴؍اگست ۲۰۲۲ء کو رات میں تقریباً گیارہ بجے جناب عبدالاحد صاحب عیسیٰ پور (پھلواری شریف) نے بھی وفات پائی۔جناب عبدالاحد صاحب عیسی پور کے قدیم زمیندار گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔خانقاہ مجیبیہ سے اس گھرانے کا قدیم خاندانی تعلق رہا ہے اور یہاں کے بزرگوں سے بیعت وارادت بھی رہی ہے۔حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری شادی بھی اسی خاندان میں جناب عبدالحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہوئی تھی۔جناب عبدالاحد صاحب ان ہی کے بڑے صاحبزادے تھے۔اس رشتہ سے وہ حضرت مولانا شاہ عون احمد قادریؒ کے خسر زادہ تھے اور جناب ظفر حسنین صاحب نائب مدیرسہ ماہی المجیب کے بڑے بھائی تھے۔مولانا بدر احمد مجیبی کے خسر محترم بھی تھے۔

جناب عبدالاحد صاحب کو امان المستجیرین حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہ سے بیعت وارادت کا تعلق تھا،اپنے پیرومرشد سے اور خانقاہ کے دوسرے بزرگوں سے بہت عقیدت ومحبت تھی۔مزاج میں دینداری اور پرہیزگاری کی صفات موجود تھیں۔دوسروں سے حسن سلوک واخلاق ومحبت کا جذبہ نمایاں تھا۔تواضع وانکساری کے پیکر تھے۔عالم نہیں تھے مگر بزرگوں کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے بہت سے مسائل سے واقف تھے،دوسروں کو بتاتے اور غلطی پر ٹوکتے بھی تھے۔

جناب عبدالاحد صاحب کچھ عرصہ سے علیل اور ذی فراش تھے،مگر مکمل ہوش وحواس تھا،آنے والوں سے ملتے اور سب کی خیریت پوچھتے۔ایک ہفتہ سے علالت زیادہ بڑھ گئی تھی،آخر ۱۵ ؍محرم الحرام کو رات میں وفات ہوئی۔تقریباً ۸۶ سال عمر پائی۔ دوسرے روز نماز عصر کے بعد خانقاہ مجیبیہ کی مسجد میں نماز جنازہ ہوئی ،حضرت مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی صاحب سجادہ خانقاہ مجیبیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور عیسی پور قبرستان میں اپنے والد کے قریب سپرد خاک ہوئے۔پس ماندگان میں چھ صاحبزادے،دو صاحبزادیاں اور ان کی اولاد ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے،درجات بلند فرمائے،اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔آمین!

ششماہی امتحان دارالعلوم مجیبیہ :

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف کا ششماہی امتحان ۲؍ربیع الاول تا ۷؍ربیع الاول منعقد ہوا، جس میں درجۂ اعدادیہ تا درجۂ فضیلت کے امتحانات اساتذۂ دارالعلوم مجیبیہ کی نگرانی وشرکت میں بحسن وخوبی انجام پذیر ہوئے،۱۸؍ربیع الاول تک دارالعلوم مجیبیہ میں تعطیل رہے گی۔

آستانہ مجیبیہ پھلواری شریف کا عرس ربیع الاول شریف :

۱۱؍و ۱۲؍ربیع الاول کو حسبِ دستور قدیم سید الکائنات حضرت رسالت پناہ ﷺ کے عرس کی سب سے بڑی تقریب انجام پاتی ہے— جس میں ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔

شب ۲؍ربیع الاول و روز ۲؍ربیع الاول کو قل ومحفلِ سماع اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرس کا آغاز ہوتا ہے۔

(۱) پہلی ربیع الاول سے دس ربیع الاول تک روزانہ دس روز صبح کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک اور ایصال ثواب۔

(۲) ۱۱؍ربیع الاول کی آخر رات میں پونے چار بجے قل وفاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر با جماعت پورے اجتماعی نظم وضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع گیارہ بجے دن تک۔

(۳) ۱۱؍ربیع الاول بعد نماز مغرب آستانہ سیدنا تاج العارفین رضی اللہ عنہ میں صاحب سجادہ کی حسب معمول قدیم حاضری و چادر پوشی بر مزار مبارک سیدنا مذکور، دعائے خاص کا اہتمام، بعد نماز عشاء عرس نبوی ومراسم عید میلاد النبی ﷺ کا آغاز، محفلِ نعت ومدح ومیلاد خوانی بعدۂ پورے اجتماعی ومہتم بالشان انداز میں بارگاہِ رسول ذوالمنن ﷺ میں صلوٰۃ وسلام۔

(۴) ۱۲؍ربیع الاول کی آخر رات میں پونے چار بجے قل وفاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر اپنے آداب وشرائط اور جماعت کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع بارہ بجے دن تک، بعدۂ آخری قل وفاتحہ۔

(۵) ۱۲؍ربیع الاول کو نماز ظہر ڈھائی بجے بعدۂ موئے مبارک نبی کریم ﷺ کی زیارت، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔

(۶) آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک—(اختتامی مجلس)

نوٹ : ۱۲؍ربیع الاول کی صبح کو ۷؍بجے سے ۱۰؍بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لئے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

عرس وزیارت کی تمام تقریبات حضرت صاحب سجادۂ خانقاہ مدظلہ کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔

یہ معمولات ومراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے ہیں۔

۱۳ر ربیع الاول عرس شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی قدس سرہٗ — ۱۳ر دن گزار کر شب ۱۴ر کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۷ر ربیع الاول عرس حضرت مصباح الطالبین مولانا سید شاہ علی حبیب نصر قادری پھلواروی قدس سرہٗ العزیز ۲۶ر دن گزار کر شب ۲۷ر و روز ۲۷ر کو قل و مجلس ہوتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ ربیع الثانی :

۱۱ر ربیع الثانی عرس حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی قطب ربانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ — ۱۱ر کی شب میں اور ۱۱ر کے دن میں قل و مجلس سماع کا اہتمام ہوتا ہے اور بعد نماز ظہر زیارت موئے مبارک نبی کریم ﷺ ہوتی ہے، بعد زیارت موئے مبارک حضرت صاحب المقام الاویسیۃ النبویہ مولانا سید شاہ محمد وارث رسولنما قادری بنارسی قدس سرہٗ کا قل و فاتحہ اور مجلس کا اہتمام ہوتا ہے۔

خانقاہ مجیبیہ کے زیر اہتمام آستانۂ حضرت وارث رسولنما بنارس میں ۱۳ر ربیع الثانی سے ۱۶ر ربیع الثانی تک عرس کا سلسلہ رہتا ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ جمادی الاولیٰ :

۲۹ر جمادی الاولیٰ، اعراس حضرت محی الملۃ والدین امیر شریعت مولانا الحاج سید شاہ محمد محی الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ، حضرت امان المستجیرین عارف باللہ مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ و حضرت رضوان من اللہ رب العالمین عارف باللہ مولانا الحاج سید شاہ محمد رضوان اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ، ۲۸ر دن گزار کر شب ۲۹ر و روز ۲۹ر کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۹ر جمادی الاولیٰ اعراس حضرت شمس العارفین امیر شریعت مولانا سید شاہ محمد قمر الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ و حضرت استاذ العلماء امام المتقین مولانا سید شاہ محمد نظام الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ ۲۹ر کو بعد نماز عشاء قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

مسودہ دیجئے............... کتاب لیجئے

صائمہ پبلی کیشن

احمد مارکیٹ، لنگرٹولی دریاپور، پٹنہ۔۴

Saima Publication

اچھی کمپوزنگ، سرورق کی ڈیزائنگ
عمدہ طباعت و مستحکم بائنڈنگ کے لئے
آپ اپنے مسودے ہمارے حوالے کریں
کم خرچ پر آپ کی تصنیفات کی جلد اشاعت کا
صائمہ پبلی کیشن وعدہ کرتا ہے۔

رابطہ۔ 8987063281

ISSN 2320-8600 The ALMOJIB Quarterly

Vol.No. :62

July to September 2022

Sl.No. : 03

The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar

Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)

Cell : +91-7250433562, 9006306098, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com

چھ ورقی المجیب کیلنڈر

₹ 80/- Size : 17x22.5

2023ء کے لئے واضح اور جلی حرفوں میں قمری و انگریزی تاریخوں کے ساتھ خوبصورت و خوش منظر چھ ورقی المجیب کیلنڈر منظر عام پر آگیا ہے، جس میں سرکاری و مذہبی تہواروں کے علاوہ مشہور و معروف بزرگان دین کے اعراس و تاریخ وصال کی مکمل نشاندہی ہے، خصوصاً خانقاہ مجیبیہ کے سبھی قل و اعراس کی تاریخیں سرخ حرفوں میں لکھی گئی ہیں۔

کیلنڈر کا انداز انوکھا، کاغذ عمدہ اور طباعت پرکشش و دیدہ زیب ہے، خواہش مند حضرات دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے صرف **80/-** روپے میں جلد طلب فرما کر بھرپور فائدہ اُٹھائیں اور اپنے گھروں کی خوبصورتی میں اضافہ کریں۔

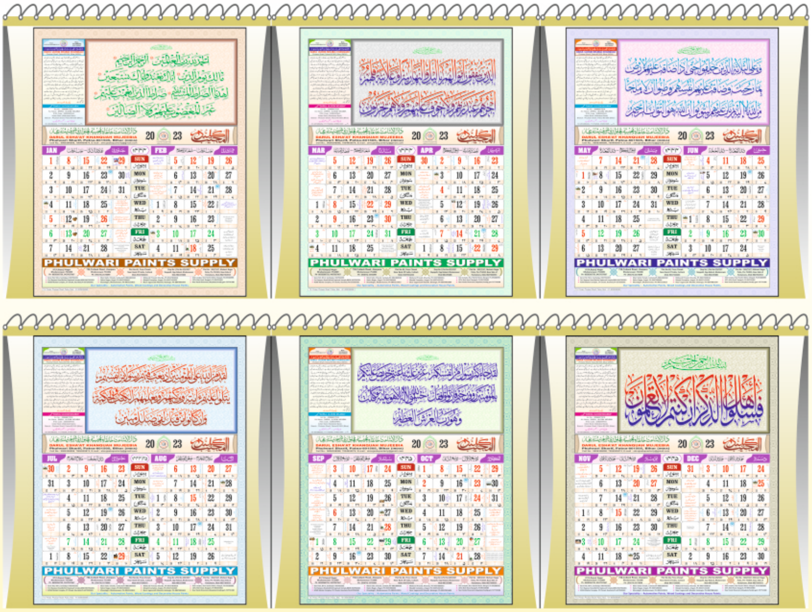

Published by **Mohd. Minhajuddin Mujeebi** on behalf of Darul Esha'at Khanquah Mujeebia,
Editor : Dr. Shah Fatahullah Quadri, Printed at Taj Offset Press, Daryapur, Patna-800004
and Published at Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA)